ہفت روزہ

خدام الدین (لاہور)

بیادگار
شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی
شیرانوالہ دروازہ لاہور

۳ رجب المرجب ۱۳۸۸ھ
۲۷ ستمبر ۱۹۶۸ء

یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین © لاہور

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ وَ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الْوِصَالِ، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۞

حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، بیان کرتے ہیں، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صوم وصال سے منع فرمایا ہے (بخاری ومسلم)

وَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْوِصَالِ، قَالُوْا اِنَّكَ تُوَاصِلُ؟ قَالَ "اِنِّیْ لَسْتُ مِثْلَكُمْ، اِنِّیْ اُطْعَمُ وَ اُسْقٰى"، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ - وَهٰذَا لَفْظُ الْبُخَارِیِّ ۞

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صوم وصال سے ممانعت فرمائی تو صحابہؓ نے عرض کیا کہ آپؐ تو ہمیشہ روزہ رکھ لیتے ہیں؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں تمہارے جیسا نہیں ہوں، میں کھلایا بھی جاتا ہوں اور پلایا بھی جاتا ہوں (اس حدیث کو امام بخاری نے روایت کیا ہے)

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَنْ قَامَ رَمَضَانَ اِيْمَانًا وَّ احْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ"، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۞

حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو کوئی ایمان کی رو سے اور بہ نیت حصول ثواب رمضان کا قیام (تراویح) کرے، اس کے (تمام) اگلے گناہ معاف ہو جائیں گے۔ (بخاری ومسلم)

وَ عَنْهُ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُرَغِّبُ فِیْ قِيَامِ رَمَضَانَ مِنْ غَيْرِ اَنْ يَّاْمُرَهُمْ فِيْهِ بِعَزِيْمَةٍ فَيَقُوْلُ: "مَنْ قَامَ رَمَضَانَ اِيْمَانًا وَّ احْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ"، رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۞

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قیام رمضان کی ترغیب دیتے تھے اور تاکید کے ساتھ ان کو اس کا حکم نہ دیتے تھے (تاکہ یہ چیز فرض نہ ہو جائے) چنانچہ فرماتے تھے، کہ جو کوئی ایمان کی رو سے اور بہ نیت حصول ثواب رمضان کا قیام کرے اس کے (تمام) اگلے گناہ معاف ہو جائیں گے (مسلم)

عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَنْ فَطَّرَ صَائِمًا كَانَ لَهٗ مِثْلُ اَجْرِهٖ غَيْرَ اَنَّهٗ لَا يَنْقُصُ مِنْ اَجْرِ الصَّائِمِ شَیْءٌ"، رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَ قَالَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ ۞

حضرت زید بن خالد الجہنی رضی اللہ سے روایت ہے بیان کرتے ہیں، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے، جو شخص روزہ دار کو افطار کرائے، اس کو روزہ دار کے برابر ثواب ملے گا، مگر روزہ دار کے ثواب میں سے کچھ کمی نہ کی جائے گی، امام ترمذی نے اس حدیث کو روایت کیا ہے، اور فرمایا ہے، کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

وَ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "مَا يَجِدُ الشَّهِيْدُ مِنْ مَسِّ الْقَتْلِ اِلَّا كَمَا يَجِدُ اَحَدُكُمْ مِنْ مَسِّ الْقَرْصَةِ" رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَ قَالَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ شہید ہونے والا شخص قتل کی تکلیف محسوس نہیں کرتا مگر جیسے تم میں سے کوئی چیونٹی کے کاٹنے کی تکلیف کو محسوس کرتا ہے۔ ترمذی نے اس حدیث کو ذکر کیا اور کہا حدیث حسن صحیح ہے۔

۞ ۞ ۞

وَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ اَوْفٰى رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِیْ بَعْضِ اَيَّامِهِ الَّتِیْ لَقِیَ فِيْهَا الْعَدُوَّ انْتَظَرَ حَتّٰى مَالَتِ الشَّمْسُ ثُمَّ قَامَ فِی النَّاسِ فَقَالَ: "اَيُّهَا النَّاسُ لَا تَتَمَنَّوْا لِقَاءَ الْعَدُوِّ وَ سَلُوا اللّٰهَ الْعَافِيَةَ فَاِذَا لَقِيْتُمُوْهُمْ فَاصْبِرُوْا وَ اعْلَمُوْا اَنَّ الْجَنَّةَ تَحْتَ ظِلَالِ السُّيُوْفِ"، ثُمَّ قَالَ - اَللّٰهُمَّ مُنْزِلَ الْكِتَابِ وَ مُجْرِیَ السَّحَابِ، وَ هَازِمَ الْاَحْزَابِ اهْزِمْهُمْ وَ انْصُرْنَا عَلَيْهِمْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

حضرت عبد اللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے بیان کرتے ہیں کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دشمن کے مقابلہ پر تھے اور سورج غروب ہونے کا انتظار کر رہے تھے۔ اسی دوران میں کھڑے ہو کر ارشاد فرمایا کہ اے لوگو! دشمن سے ملاقات (مقابلہ) کرنے کی آرزو نہ کرو بلکہ اللہ رب العزت سے عافیت کی دعا مانگو، لیکن اگر (دشمن سے) مقابلہ ہو جائے تو جمے رہو اور جان لو کہ جنت تلواروں کے سایہ کے نیچے ہے۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ اے اللہ کتاب کو نازل کرنے والے اور بادلوں کو چلانے والے اور جماعتوں کو شکست دینے والے ان کو شکست عطا فرما اور ہم کو ان پر غالب کر (بخاری ومسلم)

۞ ۞ ۞

وَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَلْخَيْلُ مَعْقُوْدٌ فِیْ نَوَاصِيْهَا الْخَيْرُ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ بیان کرتے ہیں رسول اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ گھوڑوں کی پیشانیوں میں قیامت تک کے واسطے خیر مضمر ہے (اس حدیث کو امام بخاری اور مسلم نے روایت کیا ہے)

خط وکتابت

کرتے وقت خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیا کریں

(منیجر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ایڈیٹر
مناظر حسین نظر
ٹیلیفون
۶۷۵۴۵

ہفت روزہ
خدام الدین
لاہور

سالانہ
گیارہ روپے
ششماہی
چھ روپے

جلد ۱۴ | ۱۴ رجب المرجب ۱۳۸۸ھ مطابق ۲۷ ستمبر ۱۹۶۸ء | شمارہ ۲۱

مسئلہ ختمِ نبوت کا اعجاز

کارِ خیر کا آغاز

خدام الدین ایک عرصہ سے اس امر پر زور دے رہا ہے کہ دینی اقدار کی حفاظت، اسلام کی سربلندی و ترویج اور الحاد و زندقہ کی سرکوبی کے لئے علماءِ حق کو متحد و متفق ہو کر میدانِ عمل میں آنا چاہئے اور آپس میں سر جوڑ کر فیصلہ کرنا چاہئے کہ موجودہ حالات میں ملک و ملت کی بھلائی کے لئے کس طرح اور کس انداز میں کام کیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ ادارہ کو بے حد خوشی ہے اور اس کا سر افتخار سے اونچا ہو رہا ہے کہ اس دور کی عظیم ترین اور بے نظیر روحانی ہستی سید الاولیاء امام العلماء و صلحاء سیدی و سندی حضرت میاں عبدالہادی صاحب دین پوری دامت برکاتہم و مد فیوضہم نے دین پور کی باعث صد خیر و برکت اور پُر نور سرزمین میں مختلف جماعتوں کے سربراہوں کو اکٹھا کر کے اس کارِ خیر کی داغ بیل ڈال دی ہے اور انشاء اللہ وہ وقت دور نہیں جب دین پور کے اس جلیل سید العارفین حضرت خلیفہ غلام محمد صاحب دین پوری نور اللہ مرقدہٗ کے جانشین اور امام الاولیاءؒ حضرت لاہوری کے روحانی وارث کی سرپرستی میں علماءِ حق متحد ہو کر دینِ حق کا علم اونچا کریں گے اور باطل قوتوں کو نیچا دکھائیں گے۔

ہماری پُر خلوص دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت میاں صاحب مدظلہٗ کی اس سعی کو اپنے پیارے حبیب جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ میں قبول و منظور فرمائیں اور دینِ حق کا پھریرا چار دانگ عالم میں لہرائے۔ آمین!

ذیل میں ہم عزیزی انیس احمد دینپوری سلمہ اللہ تعالےٰ کی ارسال کردہ کاروائی من و عن ہدیۂ قارئین خدام الدین کرتے ہیں اور قارئین سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ اس عظیم مقصد کی کامیابی کے لئے صدقِ دل سے دعا فرمائیں۔

تین معروف مذہبی تنظیموں جمعیۃ العلماء اسلام، مجلس تحفظ ختم نبوت اور تنظیم اہل سنت نے آئندہ کے لئے اشتراکِ عمل کا فیصلہ کیا ہے اور طے کیا ہے کہ ملک کی دیگر مذہبی جماعتوں کا مشترکہ محاذ بنانے کے لئے جد و جہد کی جائے۔ ان جماعتوں سے منسلک سرکردہ علماء درگاہ عالیہ دین پور شریف کے سجادہ نشین حضرت مولانا عبدالہادی صاحب کی دعوت پر یہاں آئے تھے اور ان کا نمائندہ اجلاس دین پور شریف میں منعقد ہوا۔ اجلاس میں شریک علماء نے ملک و قوم کو درپیش مسائل کا جائزہ لیا اور ان کے حل کے لئے تبادلۂ خیالات کرنے کے بعد مشترکہ لائحہ عمل طے کرنے کا فیصلہ کیا۔

اجلاس میں اتفاق رائے سے یہ تجویز منظور کی گئی کہ دیوبندی مکتبہ فکر سے وابستہ تمام جماعتیں ایک "مجلس مشاورت" قائم کریں جس کے تحت ملک و ملت کی فلاح کے لئے کام کیا جائے۔

اس کے علاوہ دیگر مکتبہ ہائے فکر سے متعلق جماعتوں اور تنظیموں کو اس امر کی دعوت دی جائے کہ وہ عیسائیت، مرزائیت اور الحاد و بے دینی پھیلانے والی قوتوں کا مقابلہ کرنے اور صحیح اسلامی اقدار کے تحفظ و بقاء کی خاطر مشترکہ محاذ بنائیں اور اشتراکِ عمل کے لئے "مجلس عمل" کو دوبارہ زندہ کیا جائے۔ مشترکہ محاذ بنانے کے لئے دیگر مذہبی و دینی جماعتوں سے رابطہ قائم کرنے کی خاطر مولانا محمد علی جالندھری، مولانا مفتی محمود، اور مولانا محمد ضیاء القاسمی پر مشتمل ایک سہ رکنی کمیٹی تشکیل دی گئی۔ اس سہ رکنی کمیٹی کے اراکین عقیدۂ تحفظ ختم نبوت کی اہمیت اجاگر کرنے کے لئے حکومت کے سرکردہ لوگوں سے ملاقاتیں کریں گے اور اس اہم مسئلہ کے حل کے لئے تمام مذہبی جماعتوں سے مشترکہ قدم اٹھانے کے لئے بات چیت کریں گے۔ اجلاس میں ہفت روزہ چٹان کے مدیر آغا شورش کاشمیری کی مسئلہ ختمِ نبوت کے سلسلے میں گرفتاری اور جیل میں ان کی بھوک ہڑتال سے پیدا ہونے والی صورتِ حال کو انتہائی تشویشناک قرار دیا گیا۔ صدر مملکت اور صوبائی گورنر سے پُر زور مطالبہ کیا گیا کہ آغا شورش کاشمیری کے تمام جائز مطالبات تسلیم کئے جائیں اور موصوف کی زندگی کا تحفظ کیا جائے جو ملک و ملت کا قیمتی سرمایہ ہے۔ علماء نے متنبہ کیا ہے کہ اگر آغا شورش کو کوئی ناقابلِ تلافی نقصان پہنچا تو عوام میں اس کے ردِّ عمل کی تمام ذمہ داری حکومت پر ہوگی۔ مجلس مشاورت کا پہلا اجلاس یکم اکتوبر کو ملتان میں ہوگا۔ مجلس مشاورت کے اراکین کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں:-

حضرت مولانا عبدالہادی صاحب سجادہ نشین دین پور (سرپرست) حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی (سرپرست) مولانا مفتی محمود، مولانا سید گل بادشاہ، مولانا نور محمد (سجاول)، مولانا غلام غوث ہزاروی، مولانا قاری عبدالسمیع، مولانا سید نور الحسن شاہ بخاری، مولانا دوست محمد

(باقی صلا۱۶ پر)

مجلسِ ذکر

۲۵ جمادی الثانی ۱۳۸۸ھ مطابق ۱۹ ستمبر ۱۹۶۸ء

جہاد فی سبیل اللہ

از: حضرت مولانا عبید اللہ انور دامت برکاتہم —— مرتبہ: محمد عثمان غنی

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی : اَمَّا بَعْدُ :—
فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ : بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ :—

وَجَاھِدُوْا فِی اللّٰہِ حَقَّ جِھَادِہٖ ط

(پ ۱۷ - س الحج - ع ۱۰ - آیت ۷۸)

ترجمہ: اور اللہ کی راہ میں کوشش کرو جیسا کوشش کرنے کا حق ہے۔

علماء دیوبند کی قربانیاں

انگریز کو ڈیڑھ دو سو سالہ دورِ حکومت میں ہر قسم کی شکست دینے میں علماء دیوبند کا سب سے زیادہ حصّہ ہے۔ اس ملک سے انگریزی اقتدار کو نیست و نابود کرنے اور ان کی غلامی سے ملک کو آزاد کرانے کے لئے سب سے بڑی قربانی علماء دیوبند نے دی۔ انگریز نے اپنے ڈیڑھ دو سو سالہ عہدِ حکومت میں مسلمانوں کو دین سے بے دین کرنے کے لئے کبھی عیسائیت کا پرچار عام کیا، کبھی "لڑاؤ اور حکومت کرو" (DIVIDE & RULE) کے اصول کے تحت ہندو مسلم فسادات برپا کروائے، کبھی کسی اور جھگڑے میں مبتلا کرکے مسلمانوں کو شہید کرنے کی پوری پوری کوششیں کیں۔ الحمد للہ علماء حق یعنی علماء دیوبند نے اس راستے میں انگریز کی کوئی بھی جعلسازی، فریب کاری، اور ریشہ دوانی کامیاب نہ ہونے دی۔ تا آنکہ اللہ نے اُسے بیک بینی دو گوش اس سرزمین سے نکال کر انگلستان میں ٹرانسفر کر دیا۔ اللہ تعالےٰ کا احسان اور شکر ہے کہ اس کے نتیجے میں پاکستان بنا۔

پاکستان کا دشمن ذلیل ہوا

پاکستان بنتے ہی چند سالوں کے بعد بلکہ اُسی وقت سے دشمن پاکستان کو ختم کرنے کے درپے تھا ایسے ہی جیسے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کرکے مدینے تشریف لے گئے۔ تیرہ سالہ مکّی زندگی میں تو کفّار و مشرکینِ مکّہ جو مظالم توڑ سکتے تھے توڑتے رہے لیکن مدنی زندگی میں جاکر بھی آپ پر یلغار کرکے مدینے کو اور مدینے کے باسیوں کو اور خود مسلمان مہاجروں کو نیست و نابود کرنے کا جو اُن کا پروگرام تھا، اللہ تعالےٰ نے ان کو ذلیل و خوار کیا۔ ایسے ہی ہندوستان نے پاکستان پر حملہ کرکے مسلمانوں کے ملک پاکستان کو نیست و نابود کرنے کا جو منصوبہ بنایا تھا اس کے سبب اللہ تعالیٰ نے ہندوستان کو بھی ذلیل و خوار کیا۔

شہداء کے درجات

سب سے بڑی جو ہماری خوش قسمتی ہے وہ یہ ہے کہ ؎

شہادت ہے مطلوب و مقصودِ مومن
نہ مالِ غنیمت نہ کشور کشائی

یہ اسلام کی تعلیمات کا جوہر اور عطر ہے۔ مومن جہاد کرتا ہے اللہ کی رضا کے لئے، راہِ خدا میں شہادت پانے کے لئے۔ مومن کی چت اور پٹ دونو اچھی ہیں۔ یعنی جیت جائے تو غازی ہے اور کامیاب اور اگر اسے شہادت نصیب ہو جائے تو اس سے بہتر کوئی حیات نہیں کیونکہ ابدی اور حقیقی حیات اسے دنیا ہی میں نصیب ہو جاتی ہے۔ اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ وہ علماء دیوبند جو پھانسیوں پر لٹکے، ۱۸۵۷ء کی تحریکوں میں جو مسلمان کام آئے، پھر بالاکوٹ میں جن کو شہادت نصیب ہوئی، سارے کے سارے اُس وقت سے لے کر تا ایں دم جو کام آئے ہیں، مسلمان، علماء اور ان کے ساتھی، اُن کے حواری، اُن کے مریدین، اُن کے معتقدین، وہ سارے کے سارے اللہ کے ہاں مقبول ہیں، محبوب ہیں، اللہ کی رحمت کے مورد اور منبع ہیں۔ ہماری تمنّا یہی ہے کہ اللہ تعالےٰ اگر زندہ رکھے تو انہی کے نقشِ قدم پر قائم رکھے اور اگر اللہ تعالیٰ موت دے تو اُسی راستے میں موت دے۔ اوّل تو اللہ تعالیٰ شہادتِ عظمیٰ نصیب فرمائے اگر وہ شہادت نہیں تو پھر شہادت کی موت نصیب فرمائے۔ لیکن میں سمجھتا ہوں دین کی خدمت ہی دنیا کے اندر سب سے بڑی عبادت ہے اور اس راستے میں اگر موت آ جائے تو اس سے بڑھ کر اور کیا شہادت ہے؟ حقیقی شہادت نصیب ہو جائے تب بھی اور اگر ہم اللہ کے راستے میں اللہ کا نام بلند کرتے ہوئے، اعلاءِ کلمۃ الحق کے لئے کام کرتے ہوئے راہِ خدا میں ہمارا تن من دھن، دمڑی، پیسہ، پائی، جان، مال، عزّت، آبرو کچھ بھی قربان ہو جائے تو ہمیں اس سے بڑی خوشی اور کیا ہو سکتی ہے؟

سترہ روزہ جنگ میں اللہ نے ہماری لاج رکھی

دکھ اس بات کا ہے کہ آج مسلمان نام کا مسلمان ہے، کام کا مسلمان نہیں ہے۔ ورنہ ایک مسلمان دس کافروں پر بھاری ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ خدا نے ہماری عزّت رکھی، شرم رکھی، لاج رکھی۔ دشمن نے ہم پر اتنا بھرپور حملہ کیا، چوروں کی طرح بغیرِ اعلانِ جنگ کے راتوں رات بین الاقوامی سرحدیں پار کرکے ہم پر یلغار کی اور اس نے لاہور اور سیالکوٹ کو یکبارگی ختم کرنے کا منصوبہ بنایا تھا اور کشمیر سے لے کرکے مغربی پاکستان کے ایک کونے پر اور اُدھر راجستھان پر اور پھر بنگال پر دوسرا حملہ کرکے اُس نے منصوبے یہ بنائے تھے کہ چند منٹوں اور چند گھنٹوں میں کام تمام ہو جائے لیکن سترہ روزہ جنگ کے بعد اُس کو پتہ چلا کہ جیسے

(باقی صفحہ ۱۶ پر)



۲۶ر جمادی الثانی ۱۳۸۸ھ مطابق ۲۰ر ستمبر ۱۹۶۸ء

کامیاب و کامران اور اپنی مُراد کو پہنچنے والی

فقط وہی جماعت ہو سکتی ہے

جو حکمت و دانائی کے ساتھ داعی الی الخیر ہو، نیکی کا حکم دے، برائی سے روکے اور قوم کو راہِ حق و ہدایت پر قائم رکھے!!

حضرت مولانا عبید اللہ انور صاحب مدظلہ

الحمد للہ وکفیٰ وسلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ : امّابعد : فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم :

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ٥

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ٥ (پ۴ س آل عمران آیت ۱۰۴)

ترجمہ : اور چاہیے کہ تم میں ایک جماعت ایسی رہے جو بُلاتی رہے نیک کام کی طرف اور اچھے کاموں کا حکم کرتی رہے اور برائی سے منع کرتی رہے۔ اور وہی لوگ اپنی مراد کو پہنچنے والے ہیں۔

حاشیہ شیخ الاسلام رح

یعنی تقویٰ، اعتصام بحبل اللہ، اتحاد و اتفاق، قومی زندگی، اسلامی مواخات یہ سب چیزیں اس وقت باقی رہ سکتی ہیں جب کہ مسلمانوں میں ایک جماعت خاص دعوت و ارشاد کے لئے قائم رہے۔ اُس کا وظیفہ یہ ہی ہو کہ اپنے قول و عمل سے دنیا کو قرآن و سنت کی طرف بلاتے اور جب لوگوں کو اچھے کاموں میں سُست یا برائیوں میں مبتلا دیکھے اس طرف بھلائی کی طرف متوجہ کرنے اور برائی سے روکنے میں اپنے مقدور کے موافق کوتاہی نہ کرے۔ ظاہر ہے یہ کام وہ ہی حضرات کر سکتے ہیں جو معروف و منکر کا علم رکھتے اور قرآن و سنت سے باخبر ہونے کے ساتھ ذی ہوش اور موقع شناس ہوں۔ ورنہ بہت ممکن ہے کہ ایک جاہل آدمی معروف کو منکر یا منکر کو معروف خیال کرکے بجائے اصلاح کے سارا نظام ہی مختل کر دے یا ایک منکر کی اصلاح کا ایسا طریقہ اختیار کرے جو اس سے بھی زیادہ منکرات کے حدوث کا موجب ہو جائے یا نرمی کی جگہ سختی اور سختی کے موقع پر نرمی برتنے لگے۔ شاید اسی لئے مسلمانوں میں سے ایک مخصوص جماعت کو اس منصب پر مامور کیا گیا جو ہر طرف دعوت الی الخیر، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی اہل ہو۔ حدیث میں ہے کہ جب لوگ منکرات میں پھنس جائیں اور کوئی روکنے والا نہ ہو تو عام عذاب آنے کا اندیشہ ہے۔ باقی یہ کہ کن احوال و اوقات میں امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے ترک میں آدمی معذور سمجھا جا سکتا ہے اور کن مواقع میں واجب یا مستحب، اس کی تفصیل کا یہ موقع نہیں۔ ابوبکر رازیؒ نے "احکام القرآن" میں اس پر نہایت مبسوط کلام کیا ہے۔ فلیراجع۔

حاشیہ کشف الرحمٰن

حضرت مولانا احمد سعید دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر مذکورہ بالا کے حاشیہ پر اس آیت کے ضمن میں تحریر فرمایا ہے کہ مسلمانوں کو یہ حکم دیا جاتا ہے کہ وہ دوسروں کو بھی تبلیغ کیا کریں اور دوسروں کو بھی صحیح راہ دکھانے اور بتانے کا فریضہ انجام دیا کریں۔ چونکہ اسلام ایک عالمگیر حقانیت کا داعی ہے لہٰذا دوسروں کو اس کی دعوت دینا ضروری ہے (تسہیل) اور تم میں مبلغین اور داعین الی الحق کی ایک ایسی جماعت ضرور ہونی چاہئے جو دوسرے لوگوں کو خیر اور بھلائی کی طرف دعوت دیا کریں اور اس جماعت کے لوگ دوسروں کو بھلے کام کرنے کا حکم دیا کریں اور بُرے کاموں سے ان کو منع کیا کریں اور ایسے ہی لوگ جو تبلیغ کا فریضہ ادا کریں گے اپنے مقصد میں کامیاب ہونے والے ہیں۔ (تیسیر)

"خیر" سے ہر قسم کی اصلاح مراد ہے خواہ عقائد کی درستی ہو یا اعمال و اخلاق کی ہو یا دین و دنیا دونوں کی اصلاح ہو۔ ابن مردویہ نے ابو جعفر محمد بن باقر سے مرفوعاً روایت کیا ہے۔ کہ خیر سے مراد کتاب اللہ کی اور میری سنت کی پیروی ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جب اس آیت کی تلاوت کرتے تھے تو فرماتے تھے "خیر" سے مراد یہ ہے کہ مصائب و آلام کے وقت اللہ تعالےٰ سے دعا کریں اور مسلمانوں کی پریشانی کو رفع کرنے کے لئے اللہ تعالےٰ سے دعا کیا کریں۔ اس تقدیر پر اس جماعت سے مراد صلحاء اور نیک لوگوں کی جماعت ہوگی اور ہو سکتا ہے کہ تبلیغ کی دو قسمیں کی جائیں۔ ایک یہ کہ غیر مسلموں کو اسلام کی دعوت دی جائے۔ اور ان کو مسلمان بنایا جائے۔ اور دوسری قسم یہ کہ مسلمانوں کو بھلے کام کا حکم کیا جائے اور بُرے کاموں سے روکا جائے۔ بہرحال "خیر" سے عام احکام مراد ہیں۔ معروف سے مراد وہ چیزیں ہیں جن کو شرعاً اور عقلاً مستحسن سمجھا جاتا ہے اور منکر سے مراد وہ چیزیں ہیں جو شرعاً اور عقلاً

بڑی چیزیں سمجھی جاتی ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ معروف سے مراد وہ امور ہوں، جو کتاب و سنت کے موافق ہوں۔ اور منکر سے وہ چیزیں مراد ہوں جو ان دونوں کے خلاف ہوں۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ معروف سے مراد طاعت اور منکر سے مراد معاصی ہوں۔ بہر حال معروف میں فرض، واجب، مستحب اور مندوب وغیرہ سب شامل ہیں اور منکر میں حرام، مکروہ تحریمی، مکروہ تنزیہی وغیرہ سب شامل ہیں۔ اگر یہ جماعت امام مقرر کرے تب تو امر کے معنی حکم کرنے کے ظاہر ہیں۔ اور اگر خود مسلمان ایسی جماعت بنائیں اور حکومت کی سرپرستی اس کو حاصل نہ ہو تو ظاہر ہے کہ امر کے معنی یہ ہوں گے کہ اچھی باتوں کو کہیں اور بری باتوں کو سمجھا کر ان سے منع کریں اور چونکہ اس جماعت کے افراد کو من وجہ فوقیت اور خصوصیت حاصل ہے۔ اس لئے امر کا لفظ ان لوگوں کے لئے قرآن نے استعمال فرمایا ہے خواہ یہ امام کی طرف سے مامور ہوں یا نہ ہوں۔ مامور نہ ہونے کا یہ مطلب ہے کہ امام غفلت کرے یا بدقسمتی سے امام ہی نہ ہو، جیسے ہمارے دور میں امام کا وجود مفقود ہے۔ بہر حال امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو علماء نے "فرض کفایہ" فرمایا ہے۔ اور امۃ کے لفظ سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ اگر کچھ لوگ اس خدمت کو انجام دیتے رہیں تو دوسرے لوگوں سے مواخذہ نہ ہوگا ورنہ سب گنہگار ہوں گے جس طرح جہاد کا حکم ہے۔ باقی رہا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا التزام ان ہی لوگوں پر عائد ہوگا جو معروف و منکر سے واقف ہوں یعنی اہل علم ہوں۔

ہمارے زمانے میں غیر اہل علم نے جو وعظ گوئی کا پیشہ اختیار کر لیا ہے اور بعض جاہل میلاد خوانوں کو لوگوں نے عالم سمجھ لیا ہے یہ لوگ مسلمانوں کے لئے بجائے نفع کے سخت نقصان دہ ثابت ہو رہے ہیں۔ مسلمانوں میں سے اچھے برے کی تمیز جاتی رہی ہے اور وہ ہر خوش گلو گویے کو عالم سمجھنے لگے ہیں اور اسی وجہ سے اسلامی اخلاق کا انحطاط ہو رہا ہے۔

(یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ امر بالمعروف کے مختلف درجے ہیں۔ جو شخص امر بالمعروف پر قدرت رکھتا ہے تو امورِ واجبہ میں نصیحت کرنا اس پر واجب ہوگا اور امور مستحبہ میں مستحب ہوگا اور اگر قدرت نہ ہو اور یہ جانتا ہو کہ لوگ مجھ کو نقصان پہنچائیں گے اور میں برداشت نہ کر سکوں گا تو امورِ واجبہ میں وجوب نہ رہے گا۔ البتہ اگر ہمت کرے تو ثواب کا مستحق ہوگا اور اجر پائے گا۔ پھر قدرت کے بھی مختلف درجے ہیں اگر ہاتھ سے بری باتوں کو روک سکتا ہے تو منہیاتِ شرعیہ کو ہاتھ سے روکنا واجب ہوگا ورنہ زبان سے کہنا واجب ہوگا اور اگر اتنی استطاعت بھی نہ ہو اور اہلِ فسق کا غلبہ ہو تو دل سے ہی نفرت کرنا کافی ہوگا اور بری بات کو قلب سے برا جاننا ہی ضروری ہوگا۔ جیسا کہ ابو سعید خدری رض کی روایت مشہور ہے جس کو مسلم نے نقل کیا ہے۔ جب ہاتھ اور زبان کی قدرت نہ رہے اور مایوس ہو جائے تو ایسے وقت امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو ترک کر دینے میں مضائقہ نہیں البتہ فساق و فجار کی صحبت سے اجتناب ضروری ہوگا اور ایسی مجالس کو ترک کر دینے کا حکم ہوگا۔ اتامرون الناس بالبر کی تفسیر میں پہلے پارے میں یہ تفصیل موجود ہے۔ (بہر حال) امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا خود بھی پابند ہونا چاہئے لیکن بدقسمتی سے اگر کوئی عالم خود بے عمل ہو تو اس کی بے عملی کو عذر بنا کر عوام کو ترکِ عمل کی اجازت ہرگز نہ ہوگی۔ اگرچہ کسی عالم کا بے عمل ہونا بہت بری بات ہے۔

نعمان بن بشیر رض کی روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حدود میں مداہنت کرنے والوں کو اور اللہ کی حدود توڑنے والوں کی مثال ایسی ہے جیسے ایک جہاز کے مختلف درجوں میں لوگ سوار ہیں۔ نیچے درجے والے پانی لینے کی غرض سے اوپر آتے ہیں اور یہ اوپر کے درجے والے ان کو ستاتے ہیں اور پانی حاصل کرنے سے منع کرتے ہیں۔ اس پر نیچے کے درجے والے جہاز کے تختہ کو توڑنا شروع کر دیتے ہیں تاکہ پانی حاصل کریں۔ اس پر اوپر کے لوگ ان کے پاس جاتے ہیں اور یہ دریافت کرتے ہیں کہ تم یہ کیا حرکت کر رہے ہو؟ وہ جواب دیتے ہیں ہم کو پانی کی ضرورت ہے۔ جب ہم اوپر جاتے ہیں تو تم لوگ ہم کو ستاتے اور تکلیف پہنچاتے ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ تم ان کو جہاز کا تختہ توڑنے سے روکو اور ان کو پانی کی سہولت بہم پہنچاؤ۔ ورنہ وہ بھی تباہ ہوں گے اور تم بھی غرق ہو جاؤ گے اور اگر تم نے جہاز کے تختوں کو توڑنے سے بچا لیا تو تم بھی بچ جاؤ گے اور وہ بھی بچ جائیں گے اس روایت کو بخاری نے نقل کیا ہے: حضرت حذیفہ رض کی روایت میں ہے۔ فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے تم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا کام کرتے ہو ورنہ قریب ہے کہ تم پر اللہ تعالیٰ اپنے پاس سے ایسا عذاب بھیجے گا کہ پھر تم خواہ کتنی دعائیں کرو گے وہ واپس نہیں ہوگا۔

حضرت ابن مسعود رض کی روایت میں مرفوعاً آیا ہے کہ جب بنی اسرائیل کے لوگ معاصی میں مبتلا ہوئے تو ان کے علماء نے ان کو سمجھایا لیکن وہ باز نہ آئے تو ان کے علماء نے مداہنت اختیار کر لی اور ان کی مجالس میں شریک ہونے لگے اور ان سے علیحدگی اختیار نہیں کی تو اللہ تعالیٰ نے ان پر داؤد ؑ اور عیسیٰ ؑ بن مریم ؑ کی زبان سے لعنت کرائی۔

حضرت اسامہ بن زید رض کی روایت ہے فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو قیامت کے دن جہنم میں ڈالا جائے گا اور اس کی آنتیں اس کے پیٹ سے باہر نکل پڑیں گی اور وہ اپنی آنتوں کے چاروں طرف اس طرح گھومتا ہوگا جس طرح چکی کا گدھا چکی کے چاروں طرف پھرتا ہے۔ لوگ اس کو دیکھ کر کہیں گے۔ کیا تو وہ شخص نہیں ہے؟

(باقی صفحہ ۱۷ پر)

خلیفۃ المومنین سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

محمد قاسم نعمانی بارہ بنکوی دارالعلوم دیوبند

تیغِ بُراں بہر ہر زندیق باش!
اے مسلماں پیرو صدیق باش!

مبارک نام عبداللہ۔ لقب صدیق۔ کنیت ابوبکرؓ ولادت مبارکہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے دو سال چند ماہ بعد ہوئی۔ سلسلۂ نسب آٹھویں پشت میں جا کر خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم سے مل جاتا ہے۔ قریش کے معزز ترین خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔ بڑے ذی وقار، ذی وجاہت، نہایت مالدار و تاجر پیشہ تھے۔ نیز دور و دراز ملکوں میں تجارتی کاروبار کا شہرہ حاصل تھا۔ بڑے خوش طبع، خوش خُو، پاک طینت اور سلیم الفطرت تھے۔ دامنِ اسلام میں آنے سے قبل ہی جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے غایت درجہ محبت و عقیدت رکھتے تھے۔ جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان نبوت فرمایا تو حضرت ابوبکر اسلام لے آئے۔

در حقیقت تاریخ اسلام کا آغاز اس وقت سے ہوتا ہے جبکہ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم و متبعین نے کفار و مشرکین کے حد درجہ مظالم سے دلِ تنگ آ کر بحکم خدا اپنے محبوب وطن (مکہ) سے ہجرت کی۔ اللہ نے ان کی تائید و نصرت فرمائی۔ کفار کی یہ دشمنی، یہ عداوت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی تک محدود نہ رہی بلکہ جس نے دامن محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تھام کر اللہ تک پہنچنے کی راہ ڈھونڈھی کفار نے دشمنی کا برتاؤ کیا۔ ظاہر ہے یہ موقع بڑا تند و تکا تھا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر کو ساتھ لے کر ہجرت فرمائی اور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مصاحبت و رفاقت کا شرف حاصل ہوا۔ دین حق کی خاطر جان و مال، عزت آبرو کی کوئی پرواہ نہ کی۔ دین کی اشاعت و تبلیغ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اعانت۔ مسلمانوں کی ہمدردی کفار کے مظالم پر دینی بھائیوں کی مدد و حفاظت میں ہمہ تن مشغول رہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر ارشاد پاک کو اپنے ہر فعل پر مقدم رکھا۔ ایسے خطرناک وقت پر کہ غارِ ثور کے منہ پر دین حق محمدؐ و متبعین محمدؐ کے دشمن متلاشی ہیں۔ پھر بھی صابر و شاکر رہے اور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں سرِ تسلیم خم کئے رہے۔

ذرا سا قلب میں وسوسہ پیدا ہوا۔ تو فوراً آیت کریمہ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا (پ ۱۰ - رکوع ۱۱ س توبہ) کا نزول ہوا۔

ترجمہ: جس وقت دونوں (جناب محمدؐ و ابوبکرؓ) غار میں تھے جونہی آپ کے ساتھی نے کہا (اے محمدؐ) کہدیجئے گھبرائیے نہیں خدا ہمارے ساتھ ہے۔ آخر کار یہی ہوا۔ مخالفین و دشمنانِ دین کی آنکھوں پر حجاب حائل کر دیئے گئے۔ اور واپس ہو گئے۔

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قدیم جاں نثار، رفیق اور کامل متبع و رازشناسِ نبوت تھے۔ انتہائی پُر سوز دل، بے نظیر صفات کے مالک، عظیم المرتبت، مشعل راہ، رُشد ہدایت کا مینار تھے۔ ذیل میں چند فضائل و محاسن درج کئے جا رہے ہیں تاکہ ہر مومن بصد احترام نام نامی و اسم گرامی لے کر اپنی آخرت کو سنوارے۔

اللہ تعالیٰ آپ کو قرآن کریم میں ثانی اثنین فرمایا ہے۔ صاحب رسول اللہؐ، وزیر رسول اللہؐ مشیر رسول اللہؐ، یار غار، رفیق نبوتؐ، رازشناسِ نبوتؐ، عتیق نبوتؐ وغیر ذالک، جملہ القاب میں اعلیٰ و ممتاز، الصدیق ہے جو جناب فخر موجودات نے عطا فرمایا تھا۔ ہر مومن و مسلم کا فریضہ ہے کہ جس وقت بھی کسی صحابیؓ کا اسم شریف لیتا ہو۔ بہتر و اعلیٰ ہے القاب و آداب کے ساتھ لے۔ ورنہ کم از کم آخر میں رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کہے۔ سیدنا غوث الاعظم پیرانِ پیر سے ایک سائل نے دریافت کیا۔ صحابیؓ کا کیا درجہ ہے۔ شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا بھائی صحابیؓ کا مرتبہ اتنا بلند و برتر ہے کہ ستر ولی کامل بھی صحابیؓ کی جوتی کی خاک کے برابر بھی نہیں ہو سکتے۔

تقویٰ و پرہیزگاری

نہایت متقی، متحمل مزاج، حلم و بُردباری میں بے نظیر، عفو و درگذر آپ کا شعار، عبادت گذار اور حد درجہ پرہیزگار تھے۔ ایک بار غلام نے کھانے کو کوئی چیز پیش خدمت کی۔ آپؓ نے تناول فرما لیا۔ غلام کو جب یاد آیا عرض کیا میں نے بزمانہ جاہلیت ایک شخص کی فال کھولی تھی حالانکہ اس سلسلہ میں مجھے کوئی علم نہ تھا۔ محض دھوکا دیا تھا۔ آج ملاقات ہوئی تو معاوضہ میں یہ شئی دی تھی۔ جسے نوشِ جاں فرمایا۔ یہ سننا تھا صدیق اکبرؓ کانپ گئے۔ پریشانی کے بادل منڈلانے لگے قلب تڑپ اٹھا۔ فوراً دہن میں انگلی داخل کر کے تمام خوردہ نکال دیا۔ یعنی قے فرما دی۔ فرمایا جو گوشت و خون حرام چیز کے استعمال سے تیار ہو گا نارِ جہنم اس کا مسکن ہو گا۔ اللہ اللہ یہ پرہیزگاری یہ تقویٰ تھا سیدنا ابوبکرؓ کا۔ حرام مال قطعاً دیکھنا بھی گوارہ نہیں فرماتے تھے۔

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

صداقت

غیر مسلم مؤرخوں نے بھی آپ کی صداقت اور سچائی کو تسلیم کیا ہے۔ اور کہا اگر صدیقؓ کے اُسوہ کو انسان اپنا لے تو زندگی کی مٹھاس حاصل ہو جائے گی۔ کیوں نہ ہو سردار دو جہاں (صلی اللہ علیہ وسلم) کا عطا کردہ لقب ہے۔ کفار مکہ بھی آپ کی سچائی شجاعت شان و عظمت کی تعریف کرنے پر مجبور ہوئے۔ یہ لوگ فی الحقیقت جناب محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے نبی برحق۔ صدیقؓ کی صداقت عمرؓ کے عدل و انصاف دینِ اسلام کی حقانیت کے قائل ہیں۔ محض باطل تخیل نے (آباؤ اجداد کے طریقہ کو کیونکر چھوڑیں) ضلالت کے گڑھے میں ڈال رکھا ہے۔ اللہ ہدایت دے۔

تقویت ایمان

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم معراج سے واپس تشریف لائے۔ بالتفصیل بعد نماز فجر لوگوں کو بتلا دیا۔ بیت المقدس مسجد اقصیٰ انبیائے کرامؑ سے ملاقات ان کی دعاؤں کا تذکرہ۔ فرضیتِ نماز رب العلمین سے شرف ملاقات جنت و دوزخ کے عجائبات بیان فرمائے۔ مومنین ایمان و یقین کی دولت سے مالامال ہوئے۔ منکرین ابتلاء عذاب ہوئے اور استہزاء کرنا شروع کیا۔ ابوجہل بہت اُچھلا کُودا۔ اور یقین کر لیا۔ آج ابوبکرؓ کو شکار کر لوں گا۔ موقعہ غنیمت جان کر ابوبکرؓ کے پاس گیا۔

ابوجہل...... اے ابوبکرؓ آج تمہارے محمدؐ تو عجیب و غریب باتیں کرتے ہیں

ہو عقل سے بعید تر ہیں - وہ کہتے ہیں آج رات اللہ نے مجھے معراج میں بلایا - جنت و دوزخ اور دوسرے ایسے ایسے مقامات کا نام و تذکرہ کرتے ہیں جو آج تک کانوں نے نہیں سنا تھا - نیز یہ بھی کہتے ہیں کہ جب واپس آیا تو بستر گرم کا گرم پایا - اتنے مختصر وقت میں ساتوں آسمانوں کی سیر بھی کر لی اور صلوٰۃ فجر سے قبل آ بھی گئے - اے ابوبکرؓ میری عقل ادراک نہیں کرتی - تمہیں تسلیم کرنا ہو تو کرو - لیکن ہرگز یہ باتیں تسلیم کرنے کے قابل نہیں۔

ابوبکرؓ نے بغور سنا - دریافت فرمایا - کیا تم نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے - ابوجہل - ہاں میں نے محمدؐ سے سنا ہے - قربان جایئے فوراً سیدنا صدیق اکبرؓ جواب دیتے ہیں - اگر ہمارے آقا و مولا (صلی اللہ علیہ وسلم) کے فرمودہ یہ کلمات ہیں تو میں تصدیق کرتا ہوں - آپؐ نے سچ فرمایا ہے - اے ابوجہل اب مجھے جا کر دریافت کرنے کی ضرورت بھی نہیں ہے - یہ ایمان تھا ابوبکرؓ کا - اے اللہ! ہم مسلمانوں کے قلوب میں بھی صدیقؓ سا ایمان پیدا فرما دے -

خدمتِ دین

جہاں سیدنا ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ ذی وقار، ذی وجاہت ذوالمال تھے وہیں زہد و تقویٰ کے پیکر، مالی و جانی قربانیوں اور جود و سخا کے دلدادہ تھے - کتب تواریخ آپ کی سخاوت و خدمات دین سے پُر ہیں - میں یہاں اجمالاً آپ کے ایک زرین کارنامہ کا تذکرہ کرتا ہوں جو مشعل راہ ہے - جنگ تبوک کا وقت ہے - جنگی ساز و سامان کے واسطے تیاری بہر حال لازمی ہے جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدمت اسلام کرنے کی صحابہ کرامؓ کو ترغیب دیتے ہیں صحابہ کرامؓ نے حسب قدرت اعانت کی - امیر المومنین عمر فاروقؓ کی اس وقت مالی حالت اچھی تھی دل ہی دل میں خیال فرما رہے تھے کہ بڑھ کر قدم رہے گا صدیقؓ سے ضرور

جب مال لے کر دربار نبویؐ میں حاضر ہوئے - رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا اے عمرؓ کیا لائے ہو

کی عرض نصف مال ہے فرزند و زن کا حق
باقی جو ہے وہ ملت بیضا پہ ہے نثار

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکرؓ سے دریافت فرمایا - ابوبکرؓ اللہ کی راہ کے لئے کیا لائے صدیق اکبرؓ نے آوردہ کو پیش خدمت کر دیا تو بولے حضور چاہیئے فکر عیال بھی، کہنے لگا وہ عشق و محبت کا راز دار

پروانے کو چراغ ہے بلبل کو پھول بس!
صدیق کے لئے ہے خدا اور رسول بس!

غور فرمایئے کس قدر دین سے محبت اور تعلق تھا - اپنے اہل و عیال کی محبت پر دین حق کو ترجیح دیا اور جملہ صحابہ پر سبقت و فوقیت لے گئے - رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی ہی تحسین فرمائی اور نہایت ہی خوشی و مسرت کا اظہار فرمایا - خلیفۃ المومنین سیدنا صدیق اکبرؓ کے زرین کارناموں کو تاقیامت دنیا فراموش نہیں کر سکتی -

حدیث میں آیا ہے:- اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ فَبِاَیِّهِمْ اقْتَدَیْتُمْ اِهْتَدَیْتُمْ (مشکوٰۃ شریف)

میرے صحابی ستاروں کی مانند ہیں - پس ان میں سے جس کی اقتدا کرو گے ہدایت پاؤ گے - صحابہ کرامؓ کی پوری زندگی کا مطالعہ کر جایئے ایک ایک لمحہ بھی یاد خدا سے غافل نہ گذرا -

خشیت الٰہی

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ پر خوف خدا کا اتنا غلبہ تھا کہ باغ میں تشریف لے جاتے - پرندوں کو دیکھ کر فرماتے کاش میں بھی پرندہ ہوتا - ایک چھوٹی سی چڑیا ہوتا - انسان نہ ہوتا ... کہ روز محشر حساب و کتاب سے محفوظ اور پرسش سے بچ جاتا - یقیناً روز قیامت بڑا ہی جلال و قہر خدا کا دن ہے انبیاء کرامؑ نفسی نفسی کر رہے ہوں گے کسی کی کوئی مجال نہیں ہو گی الا باذن اللہ - عذاب یوم قیامت سے انبیاء کرامؑ بھی پناہ مانگتے تھے - سیدنا صدیقؓ قیامت کی سختی سے خدا کی پناہ مانگتے رہتے تھے -

خلافت

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ زہد و تقویٰ - صبر و تحمل - حلم و بردباری - خلق و عادات - صفائی معاملات - جود و سخا میں یکتا و بے مثل تھے - انہیں عظیم کمالات کی وجہ سے صحابہ رضوان اللہ علیہم آپؓ سے نہایت متاثر اور آپ کے بہت ہی معتقد تھے - آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد بلا کسی اختلاف کے آپؓ خلیفہ مقرر ہوئے -

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ فرماتے ہیں - اگر ساری امت کا ایمان خلیفۃ المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے ایمان سے تولا جائے تو ایمان صدیقؓ بڑھ جائے گا کیونکہ یہ پہلے خلیفہ ہیں سرکار کے!!

دورِ خلافت صدیق اکبرؓ

ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کو رعایا کا اتنا خیال تھا کہ جس وقت فتنہ پرداز لوگوں پر لشکر کشی کا حکم فرمایا ... تو ساتھ ہی ساتھ یہ اعلان فرما دیا - جو شخص ہتھیار ڈال کر امان طلب کرے - اُسے امان دے دیا جائے - عورتوں بچوں بوڑھوں (ضعیف العمر) پر تلوار ہرگز نہ چلائی جائے - اگر کسی بستی کے لوگ اذان پکارنے لگیں - انہیں مسلمان سمجھا جائے قطعاً ایذا نہ پہنچائی جائے آپ کی خلافت کے اوّل ہی سال زکوٰۃ کی ادائیگی میں لوگوں نے سستی برتی تو صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے فرمایا خدا کی قسم اگر اونٹ کی ایک رسی بھی زکوٰۃ میں نہ دی گئی تو اُس سے جہاد کروں گا -

اولاد

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے تین صاحبزادے تھے - حضرت عبداللہؓ - حضرت عبدالرحمٰنؓ - حضرت محمدؓ - نیز تین ہی صاحبزادیاں تھیں - حضرت اسماء رضی اللہ عنہا والدہ ماجدہ عبداللہؓ بن زبیرؓ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا - اور اُم کلثومؓ -

وفات

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ اپنے دور خلافت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودہ احکامات کتاب و سنت کے مطابق دوّ سال تین ماہ نو دن تک تخت خلافت پر جلوہ افروز رہ کر ۱۷ جمادی الثانی ۱۳ھ مابین مغرب و عشاء اس دار فانی سے دار البقا کو کوچ فرما گئے - روضۂ اطہر سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں مدفون ہوئے -

پہلوئے مصطفیٰؐ میں بنا آپؓ کا مزار
پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا!

ایک عاشقِ رسولؐ کی آخری تمنا

محمد شفیع جھلاروی منتظم مدرسہ عربیہ قاسم العلوم ملتان

جمعہ کا دن، سہ پہر کا وقت، اُحد کی وادی، حق و باطل کا معرکہ گرم ہے۔ سات سو اللہ کے بندے مدینہ پر قریش کے حملے کی اطلاع پاکر کمال بے سروسامانی کے ساتھ میدان میں نکل کھڑے ہوئے ہیں۔ ان کی زنبیلوں میں سوکھی ہوئی کھجوروں اور ستو کی پوٹلیوں کے سوا کچھ نہیں۔ ہاتھوں میں ٹوٹی ہوئی تلواریں اور زنگ خوردہ نیزے ہیں اور بس۔ لیکن انہیں اس کی پرواہ کیوں ہو جان تو اُن کی ہے ہی نہیں۔ اسے تو خدا نے خرید لیا ہے۔ اس لئے وہ مارے گئے جب بھی کامیاب، کہ امانت کو صاحبِ امانت تک پہنچا دینے سے بڑی مسرت اور کیا ہو سکتی ہے۔ اور بچ گئے تب بھی کامیاب کہ بچی ہوئی جان آئندہ کسی اور موقعہ سے اللہ کے دین کے کام آئے گی۔ یہی وہ جذبہ ہے جس نے انہیں کشاں کشاں نہیں بلکہ شاداں و فرحاں عرصۂ رزم میں لاکر کھڑا کر دیا ہے۔

دوسری طرف طاغوت کے پرستاروں کا جم غفیر ہے۔ قریش کے آہن پوش جنگ جو ہر طرح کے سامانِ جنگ سے آراستہ ہو کر آئے ہیں۔ بافراط رسد ساتھ ہے۔ طبل و قرنا ہیں دلبستگی کے لئے رقص و شراب کا انتظام اور آتشِ غیرت کو مشتعل کرنے کے لئے شعلہ نوا عورتیں جن کی زبانوں پر کشتگانِ بدر کے آتشیں مرثیے مچل رہے ہیں ہمراہ ہیں۔ انہیں یہ فکر مکہ سے کھینچ لائی ہے کہ تحریکِ اسلامی کے اس نوزائیدہ پودے کی اگر بروقت بیخ کنی نہ کی گئی تو دیکھتے ہی دیکھتے وہ ایک تنومند درخت بن کر پورے عرب پر اپنی شاخیں پھیلا دے گا اور اس وقت اس کا استیصال خیالِ خام ہوگا۔

جنگ اپنی پوری جوانی پر ہے کُشتوں کے پُشتے لگ چکے ہیں، اسلحوں کی کھڑکھڑاہٹ، طبل جنگ کی صدائیں اور مجروحین کے نالہ و بکا سے اُحد کی وادی عرصۂ حشر کا سماں پیش کر رہی ہے۔ ام المومنین عائشہ رضؓ دوڑ دوڑ کر زخمیوں کو پانی پلا رہی ہیں۔ ان کے ساتھ ام سلیم رضؓ بھی مرہم پٹی کا سامان لئے پھر رہی ہیں۔ اچانک ام المومنین رضؓ دیکھتی ہیں کہ کچھ فاصلہ پر ایک شخص زخموں سے چور، خاک و خون میں غلطیدہ اور درد کی شدت سے مسلسل کراہ رہا ہے۔ ام المؤمنین اس کے سرہانے پہنچ گئیں۔ دیکھا کہ چند لمحوں کا مہمان ہے۔ سانس آہستہ آہستہ چل رہا ہے، آواز بند ہو چکی ہے پھر بھی وہ اپنی بے نور آنکھوں کے اشارے سے کچھ کہنا چاہتا ہے ام المومنین رضؓ نے پانی کا پیالہ بھر کر اس کے ہونٹوں سے لگا دیا اس نے گھونٹ گھونٹ کرکے پیالہ خالی کر دیا۔ پانی پینے سے اس میں قدرے جان سی پڑ گئی جیسے بجھتا ہوا چراغ تیل کے چند قطرے پڑ جانے سے سنبھالا لینے لگے۔ ام المومنین رضؓ نے محسوس کیا کہ وہ کچھ کہہ رہا ہے۔ انہوں نے اپنا کان زخمی کے منہ کے قریب کر دیا وہ لڑکھڑاتی ہوئی زبان میں کہہ رہا تھا۔ اللہ کے رسولؐ...... ان پر خدا کی رحمتیں ہوں...... کہاں ہیں؟...... کاش! حضورؐ تک یہ اطلاع پہنچا سکتیں کہ ان کا معتبر غلام...... زیاد دنیا سے رخصت ہو رہا ہے۔

ام المومنین نے ڈبڈباتی ہوئی آنکھوں سے میدان کا جائزہ لیا، دیکھا تو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کچھ فاصلہ پر کھڑے کافروں کی یلغار کا مقابلہ کر رہے تھے وہ دوڑی ہوئی حضورؐ کے پاس پہنچیں اور عرض کیا یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) زیاد کا آخری وقت ہے آپ کو یاد کر رہے ہیں۔ رحمت عالم (صلی اللہ علیہ وسلم) سنتے ہی جاں بلب عاشق کے سرہانے پہنچے اور فرمایا زیاد!...... زیاد! آنکھیں کھولو! دیکھو میں آ گیا۔ اور زیاد نے چونک کر آنکھیں کھول دیں نظریں محبوب کے روئے دلآرا پر پڑیں تو عجیب سی چمک آنکھوں میں پیدا ہو گئی۔ پلکوں کی اوٹ میں اشکوں کے موتی جھلکنے لگے کون جانے یہ غم کے آنسو تھے یا مسرت کے لیکن نہیں وہ یقیناً اشکِ مسرت تھے کیونکہ زخمی اپنے چہرے پر مسرت پیدا کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔

زیاد! کوئی وصیت کرنی ہے؟ اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) نے پوچھا۔ زیاد نے نفی میں سرہلا دیا۔ "اور کچھ کہنا چاہتے ہو" زیاد صرف ٹکٹکی باندھے حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کو دیکھتے رہے۔ جیسے پیکرِ محبوبؐ کو سرتاپا اپنی پیاسی نظروں میں جذب کر لینا چاہتے ہوں "کوئی آخری تمنا ہے زیاد!" "ہاں بس ایک تمنا" زیاد کسمسائے۔ بڑی کوشش سے جسم کی ساری قوت مجتمع کی۔ ایک بار تڑپے اور دوسرے ہی لمحے ان کا سر محبوب کے پائے اقدس پر پڑا تھا۔ ان کے ہونٹ آہستہ آہستہ چل رہے تھے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ...... رضیت باللہ ربًّا...... و بمحمد (فداہ امی وابی) نبیًّا...... و بالاسلام دینًا۔ پھر ایک ہلکی سی ہچکی لی اور ہمیشہ کے لئے خاموش ہو گئے۔ رحمتِ دو عالم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی چشم اقدس سے جیسے آبدار موتیوں کی لڑی ٹوٹ پڑی۔ بمشکل زبانِ اطہر سے نکل سکا یایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الیٰ ربک راضیۃ مرضیۃ ام المومنین رضؓ کمر پر مشک رکھے آبدیدہ نگاہوں سے یہ پُر اثر نظارہ دیکھ رہی تھیں اور دانتوں میں انگلی دبائے ہوئے سوچ رہی تھیں "کیسی عجیب تھی زیاد کی آخری تمنا ۴-اور کس قدر قابلِ رشک ہے یہ موت"

کلام کرنا چاندی ہے تو خاموش رہنا سونا ہے!

غرور کرنے والوں کو اللہ تعالےٰ پسند نہیں کرتا!!

کریم بخش شیخ

فضول گوئی کے معنی ہیں ضرورت سے زیادہ اور بیکار بات کرنا اور یہ معیوب ہے بات اتنی مختصر نہ ہو کہ سننے والے کی سمجھ میں کچھ نہ آئے۔ اور نہ اتنی طویل جس سے اپنا اور سننے والے کا وقت ضائع ہو۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ بعض لوگ ضرورت سے زیادہ باتیں کرتے ہیں اور ہر وقت بولتے ہی رہتے ہیں عموماً بسوں اور ریلوں میں دو یا دو سے زیادہ اشخاص تا دمِ سفر فضول باتیں کرتے چلے جاتے ہیں اور وہ بھی بلند آواز میں بات بات پر ہنستے اور قہقہہ لگاتے ہیں جو دوسرے مسافروں کے کانوں پر گراں گزرتے ہیں اور دوسرے مسافر چپ رہنے پر مجبور ہوتے ہیں۔

ہر مذہب کے بزرگوں اور دانشوروں نے فضول گوئی کی سخت مذمت کی ہے۔ فرماتے ہیں ؎

زباں اپنی حد میں تو ہے بیشک زباں
بڑھے ایک نقطہ تو ہے بالکل زیاں
کہے ایک انسان تو سن لے وہ دو
کہ حق نے زباں ایک دی، کان دو

سعدی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے:۔
جہاں تک ہو سکے بات کم کرنی چاہئے۔ اگر بات کرنے میں کوئی مصلحت ہو تو بات ضرور کر دی جائے۔ جب تک دوسرا شخص تم سے کوئی بات دریافت نہ کرے تمہیں پہلے نہیں بولنا چاہئے۔

ایک انگریز کا مقولہ ہے۔ اگر کلام کرنا چاندی ہے تو خاموش رہنا سونا ہے مگر اس کے یہ معنی ہرگز نہیں کہ انسان کو ہر وقت چپ ہی رہنا چاہئے بلکہ اس سے مراد فضول گوئی سے پرہیز ہے کم بولنے والا گناہ کے ارتکاب سے بچ جاتا ہے۔

"ہیچ آفت نہ رسد گوشۂ تنہائی را"

بعض اوقات زیادہ بولنے میں زبان سے ایسے ایسے الفاظ نکل جاتے ہیں جس سے کسی کی ذلت یا توہین ہو جاتی ہے اور آپس میں شکر رنجی بلکہ مخاصمت بڑھ جاتی ہے جو خطرناک صورت اختیار کر لیتی ہے زبان اگرچہ گوشت کا ایک چھوٹا سا نرم و نازک ٹکڑا ہے مگر اس سے بڑے بڑے گناہ سرزد ہو جاتے ہیں۔ دوست اور عزیز دشمن بن جاتے ہیں۔ اور وہ انتقام لینے کا موقع تلاش کرتے رہتے ہیں۔ زبان تو طاقچہ میں بیٹھی رہتی ہے مگر سزا جسم و جان کو بھگتنی پڑتی ہے۔

تیر کا تلوار کا تو گھاؤ بھرا
لگا جو زخم زباں کا رہا ہمیشہ ہرا

کم بولنے والا آدمی دانشمند بزرگ رہا ہے لوگ اس کی بڑی عزت کرتے ہیں اگر اس کا علم و ہنر کم ہو تو لوگ اس کی نسبت اندازہ لگاتے ہیں کہ وہ بڑا صاحبِ علم و فضل ہے برعکس اس کے زیادہ بولنے والے شخص خواہ صاحبِ علم و کمال ہو بھی تو لوگ اس کو گھٹیا خیال کرتے ہیں۔

دخل در معقولات

بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ وہ دوسروں کے کلام میں مخل ہوتے ہیں خواہ کلام کرنے والے ان کی نسبت کوئی اشارہ یا کنایہ بھی نہ کریں۔ ویسے تو ہر جگہ ایسے آدمی پائے جاتے ہیں۔ عموماً بسوں اور ریلوں میں اکثر دیکھا گیا ہے کہ دو دوست یا عزیز آپس میں کسی موضوع پر تبادلہ خیالات کر رہے ہیں اور اس کی بات چیت بالکل نجی ہے اور کسی تیسرے شخص کو اپنا رازداں بنانا نہیں چاہتے ہیں لیکن اگلی یا پچھلی یا دائیں بائیں سیٹ سے تیسرا شخص خواہ مخواہ دخل انداز ہوتا ہے اپنی رائے زنی اور تنقید کرنے لگ جاتا ہے بعض دفعہ دو دو تین تین آدمی دخل انداز ہوتا ہے اور معاملہ طول پکڑ جاتا ہے اور بے لطفی پیدا ہو جاتی ہے۔

بعض اوقات بس میں کسی مسافر اور بس کنڈکٹر کے درمیان پیسوں کے کم لینے دینے پر بحث و مباحثہ شروع ہو جاتا ہے اس دوران میں کوئی اور مسافر یا چند اور مسافر اس مسافر کو جھوٹا ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں نہ معلوم وہ لوگ بلا ٹکٹ کر رہے ہوتے ہیں۔ آپس میں تو تو میں میں شروع ہو جاتی ہے۔ بعض دفعہ گالی اور پٹائی کی نوبت بھی آ جاتی ہے۔ جاہلوں کو تو چھوڑیئے اچھے خاصے پڑھے لکھے لوگ جو عمدہ لباس میں ملبوس ہوتے ہیں دخل در معقولات کرتے ہیں۔

یہ بھی بارہا دیکھنے میں آیا ہے کہ ایک شخص کسی دوسرے شخص سے کوئی ضروری بات کر رہا ہوتا ہے تو کوئی اور شخص کہیں سے آ جاتا ہے اور سننے والے آدمی کو مخاطب کر کے اپنی بات شروع کر دیتا ہے اور باتوں میں زیادہ وقت لیتا ہے جس سے پہلے آدمی کی بات ادھوری رہ جاتی ہے جو اسے ناگوار معلوم ہوتی ہے۔ بعض اوقات وقت کی تنگی کی وجہ سے سلسلۂ کلام ختم ہو جاتا ہے۔

بعض لوگ اپنے حسب و نسب علم و ہنر، عزت و مرتبہ، حسن و جوانی، عبادت و ریاضت، دولت و حشمت، اولاد و عزیز و اقربا

(باقی صفحہ ۱۲ پر)

ارشاداتِ مجالسِ ذکر

از: حضرت شیخ التفسیر سیدنا و مولانا احمد علی لاہوریؒ — مرتبہ: محمد مقبول عالم بی اے لاہور

"نہیں ملتے یہ گوہر بادشاہوں کے خزینوں میں"

۱۱ اگست ۱۹۵۵ء جمعرات

امراض جسمانی و روحانی

ذکر کے بعد فرمایا۔ امراض دو قسم کے ہیں جسمانی اور روحانی — اللہ کی ربوبیت کا تقاضا ہے، کہ انسان بیمار ہو تو معالج بہم پہنچایا جائے۔ ایسے ہی امراض روحانی ہیں ان کا پتہ چلتا ہے قرآن و حدیث کے پڑھنے سے، ان کے معالج سید المرسلین (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں آپ کے بعد نسخہ جات کا مجموعہ تو قرآن حکیم ہے۔ لیکن معالج اولیائے کرام ہیں۔ جیسے نقوش قرآنی کا تلفظ حفاظ کے ذریعے اور معانی علماء کے ذریعے قائم ہیں۔ اسی طرح تزکیہ اولیائے کرام کے ذریعے قائم ہے۔

امراض روحانی میں سے مہلک بیماری کبر ہے۔ اس سے مراد ہے سچی بات کا انکار کرنا اور لوگوں کو حقیر جاننا۔ حدیث پڑھنے کے بعد بھی اہل علم میں سے کبر نہیں نکلتا۔ سمجھ میں آ جاتا ہے لیکن نکلتا تزکیئے سے ہے۔ تزکیہ کا دوسرا نام تصوف ہے۔ کبر جہنم میں پہنچاتا ہے۔ میرے دو شجرے ہیں ایک علم کا اور دوسرا تزکیئے کا۔ روحانی بیماریوں سے شفا صوفیا سے حاصل ہوتی ہے جو خود شفایافتہ ہوتے ہیں۔ میرے حضرتؒ نے ایک دفعہ ایک بزرگ کو کھڑا کیا کہ نماز پڑھائیں۔ ایک خادم نے مصلیٰ گھسیٹ لیا کہ میرے حضرت کے مصلیٰ پر کوئی غیر کھڑا ہو۔ یہ نہیں ہو سکتا۔ حضرت نے اپنی پگڑی سے پلہ پچھاڑ کر بچھایا کہ اس پر نماز پڑھائیں۔

کبر مہلک بیماری ہے۔ میرے سمجھانے کے بعد اللہ آپ کو شفایاب بنائے۔ امراض روحانی کا ہسپتال جہنم ہے۔ اگر دنیا میں شفا نہ ملی تو وہاں جانا پڑے گا۔ ہر مرض کا وارڈ علیحدہ ہے۔ جو شفایافتہ ہوں گے وہ جہنم میں نہیں جائیں گے۔

علم پڑھنے سے کبر نہیں نکلتا۔ حضرت شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہر کافر، فرنگ، ملحد اور زندیق کو اپنے سے بدرجہا بہتر سمجھتا ہوں۔ یہ ان کا حال ہے۔ یہ نتیجہ ہے اس بات کا کہ کبر نکلا ہوا ہے ایک ظاہر ہوتا ہے ایک مظہر۔ جیسے بلب مظہر ہے، ظاہر کرنٹ ہے۔ انسان کا وجود مظہر ہے اللہ کی صفات کا۔ ہر انسان سات صفات الٰہیہ کا مظہر ہے یعنی بصیر، کلیم، سمیع، حی، قدیر، مرید اور علیم۔ لا بصیر الا اللہ۔ اللہ کے سوا کوئی بصیر نہیں۔ لا کلیم الا اللہ۔ اللہ کے سوا کوئی کلیم نہیں۔ علیٰ ہذا القیاس۔ اگر یہ سات صفات الگ کر دی جائیں تو انسان کا وجود مردہ ہو جائے گا، نہ سنے گا نہ دیکھے گا، نہ بولے گا۔ غیروں کے ظاہر پر نظر پڑتی ہے اور اپنے مظہر پر۔ اس لئے اولیائے کرام دوسروں کو اپنے سے بہتر سمجھتے تھے۔ اللہ کی طرف سے ان صفات کا عکس ہر آن پڑ رہا ہے۔ وہ اس عکس کو دیکھتے ہیں۔ فرعون کے وجود میں بھی اللہ کی صفات کا ظہور ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی زبان سے بلوا رہا ہے، کانوں سے سنوا رہا ہے، آنکھوں سے دکھا رہا ہے۔ سو وہ دوسروں کے محاسن پر نظر رکھتے ہیں اور اپنے عیوب پر۔ اس لئے وہ دوسروں کو اپنے سے بہتر سمجھتے ہیں — اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو امراض روحانی سے پاک کرے۔

ایک بات اور ہے۔ انبیاء علیہم السلام کا دستور ہے کہ ایک دفعہ غلطی ہو جائے خواہ وہ معاف بھی ہو جائے تو بھی اسے یاد رکھتے ہیں اور نفس کو روندتے رہتے ہیں۔

۳۰ جنوری ۱۹۵۸ء جمعرات

انسان کی تکمیل کا درجہ

ذکر کے بعد فرمایا۔ ہر شے کا ایک تکمیلی درجہ ہوتا ہے۔ درخت کامل ہو کر پھل دیتا ہے، بچہ جوان ہو کر شادی کے قابل ہو جاتا ہے۔ اسی طرح انسان کا ایک تکمیلی درجہ ہے۔ جب وہ پورا اور مکمل انسان ہوتا ہے۔ یعنی فانی عن مراد نفسہ باقی بمراد اللہ تعالیٰ ہو جاتا ہے۔ اپنے نفس کی خواہشات نہیں رہتیں۔ خدا کو راضی کرنا مقصود ہو جاتا ہے۔ شریعت کچھ چھڑوانا نہیں چاہتی بلکہ نیت بدلنا چاہتی ہے۔ انما الاعمال بالنیات۔ اعمال کا مدار نیتوں پر ہوتا ہے۔ کام وہی ہوتا ہے۔ مثلاً ایک آدمی نفسانی خواہش اور دنیوی اغراض کی خاطر نکاح کرتا ہے، یہ دنیاداری ہے۔ اگر اس نیت سے نکاح کیا جائے کہ نفس اور شیطان حملہ نہ کرے، گناہ سے محفوظ رہیں، کسی عورت کی طرف نظر بد نہ اٹھے، تو یہ دینداری ہے۔ دنیا خدا کی یاد سے غفلت کا نام ہے۔ ع

چیست دنیا از خدا غافل بُدن

ایک دنیادار شادی پر لوگوں کی دعوت کرتا ہے۔ غرض نام و نمود ہے۔ یہ دنیاداری ہے۔ دوسرا نیک لوگوں کو بلاتا ہے اور ساتھ وعظ کروا دیتا ہے۔ دین کی تبلیغ ہو گئی اور نیک لوگ کھا گئے۔

غرض ہر کام میں اگر اللہ کی رضا مقصود ہے تو وہ نیکی ہے۔ اور اگر نفس یا بیوی یا برادری یا کسی اور کی رضا مقصود ہے تو وہ برائی ہے۔ اس لئے انسان کامل تب ہوتا ہے جب وہ ہر کام اپنے نفس کی خاطر نہیں بلکہ اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لئے کرے۔ ہر

(باقی صفحہ ۱۲ پر)

صاحب المصابیحؒ و صاحبِ مشکوٰۃؒ

عبدالرحمٰن لودھیانوی، شیخوپورہ

سب علماء کا اتفاق ہے کہ قرآن مجید کے بعد مذہب اسلام کے لئے سنگِ بنیاد حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال و اقوال اور صحابہ کرامؓ اور تابعین کا تعامل ہے۔ درحقیقت حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری زندگی اور صحابہ و تابعین کے تمام سوانح حیات، کلام پاک کی نہایت واضح تفسیر و احادیث کی کتابیں اور مختلف مسانید اگرچہ بہت زیادہ ہیں لیکن تمام ممالک اسلامیہ میں جو شہرتِ امتیاز اور ہمہ گیری مشکوٰۃ شریف کو حاصل ہے وہ حدیث کی دوسری کتاب کو حاصل نہیں۔

صاحبِ مصابیح کے مختصر احوال

آپ کا نام محی السنۃ ابو محمد حسین بن مسعود فراء بغوی ہے۔ آپ کے والد پوستین دوزی کیا کرتے تھے۔ اس لئے فراء کہا جاتا تھا، ورنہ اصل نام مسعود تھا۔ بغو ہرات اور مرو کے درمیان ایک گاؤں کا نام تھا۔ امام مذکور وہیں کے رہنے والے تھے۔ صاحب قاموس نے بیان کیا ہے کہ ہرات اور سرخس کے درمیان ایک گاؤں بغو نام کا تھا۔ آپ کا اصلی وطن وہی تھا

آپ ۴۳۵ھ میں بمقام مرو پیدا ہوئے اور اصلی وطن میں ۵۱۶ھ میں وفات پائی۔ علامہ قاضی حسینؒ کے مزار ہی کے پاس مرو میں مدفون ہیں۔

صاحبِ مصابیح کی تالیفات

تفسیر معالم التنزیل ایک بے نظیر تفسیر لکھی۔ حدیث کے علاوہ مصابیح کے شرح السنۃ کے تالیف کرنے کی وجہ سے محی السنۃ کا خطاب ملا۔ شافعی مذہب کے مطابق ایک مجموعہ فتاویٰ لکھا جو فتاویٰ بغوی کے نام سے مشہور ہے۔

آپ کا علمی و اخلاقی مرتبہ

علمائے اسلام متفق ہیں کہ بغوی بہترین مفسر، امام حدیث، بے نظیر فقیہ اور عدیم المثال قاری تھے۔ تمام علوم اسلامیہ میں امتیازی دستگاہ رکھتے تھے۔ بہت ہی زاہد، عابد اور نفس کُش تھے۔ ہمیشہ خشک روٹی پانی میں تر کر کے کھایا کرتے تھے۔ علماء اور تلامذہ کے مجبور کرنے سے آخری عمر میں کچھ روغن زیتون کھانا شروع کر دیا تھا۔ خلاصہ یہ کہ امام بغویؒ نہایت جامع عالم، متبحر امام، پابندِ سنت اور انتہائی زاہد عابد تھے۔

صاحبِ مشکوٰۃ کے احوال

آپ کا نام نامی شیخ ولی الدین محمد بن عبداللہ تھا۔ خطیب عمری لقب مشہور تھا۔ تبریز کے رہنے والے تھے۔ بہترین عالم تھے۔ فصاحت و بلاغت کے امام تھے۔ حدیث میں آپ کا امتیازی پایہ اسی مشکوٰۃ سے ظاہر ہے۔ آپ نے ۷۳۷ھ میں مصابیح کی شرح لکھی جس کا نام تمام دنیا میں مشہور ہو گیا۔ اور فیوض و برکات میں مشکوٰۃ آفتاب پر بھی غالب آ گئی۔ حقیقت میں یہ شرح تو نہیں ہے مگر مثل شرح کے ضرور ہے کیونکہ مصابیح میں صرف احادیث مذکور تھیں، کسی راوی کا نام نہ تھا۔ مخرج احادیث کا ذکر نہ تھا۔ صحت، ضعیف، حسن وغیر حسن وغیرہ کا کچھ بیان نہ تھا۔ صاحب مشکوٰۃ نے ہر حدیث کا مخرج بیان کیا اور یہ ظاہر کیا کہ حدیث کے راوی کون اصحاب ہیں اور کس کتاب میں بہ سلسلہ اسناد مذکور ہے چنانچہ ۱۳ اصحابِ حدیث کا صاحبِ مشکوٰۃ نے خصوصی ذکر کیا ہے۔ یہ حضرات وہ ہیں جن کی مستقل تالیفاتِ احادیث موجود ہیں، اور انہوں نے اپنی تالیفات میں ہر حدیث کو مکمل اسناد کے ساتھ بیان کیا ہے۔ صاحب مشکوٰۃ نے ہر حدیث کا مخرج بیان کر دیا تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ کس کتاب میں یہ حدیث مع مکمل اسناد کے مذکور ہے۔ پھر احادیث پر شروطِ شیخین، صراحت ترمذی کے موافق تنقید بھی کی ہے۔ کتابِ حمیدی اور ابن اثیر جزری کی جامع الاصول کی خصوصیت کے ساتھ پیروی کی ہے۔

چونکہ صاحبِ مشکوٰۃ نے احادیث کو ۱۳ ائمہ حدیث کی طرف منسوب کیا ہے اس لئے ان کے اسمائے گرامی درج ذیل کئے جاتے ہیں:

۱۔ امام بخاریؒ (۲) امام مسلمؒ (۳) امام مالکؒ (۴) امام شافعیؒ (۵) امام احمد بن حنبلؒ (۶) امام ابو داؤد سجستانیؒ (۷) امام ترمذیؒ (۸) امام نسائیؒ (۹) امام ابن ماجہؒ (۱۰) امام دارمیؒ (۱۱) امام دارقطنیؒ (۱۲) امام بیہقیؒ (۱۳) امام زرینؒ۔

بقیہ: کلام کرنا چاندی ہے تو.....

مال مویشی وغیرہ پر غرور کرتے ہیں اور دوسروں کو حقیر سمجھتے ہیں یہ ٹھیک نہیں کیونکہ سب نعمتیں منجانب اللہ تعالیٰ ہیں انسان تو ایک خاکی پتلا ہے جو ایک بال بھی نہیں بنا سکتا ان کو لازم ہے کہ ان نعمتوں پر اللہ تعالیٰ کا تہ دل سے شکر کریں۔ اس کے عملی شکریہ کا طریقہ یہ ہے کہ خداوند کریم کے بندوں سے نیکی اور احسان سے پیش آئیں اس کے نام پر مفلس اور محتاج لوگوں کی امداد کریں

غرور کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں فرماتا اور کبھی نہ کبھی ان کو سرنگوں کر دیتا ہے۔ غرور عربی کا لفظ ہے اس کے معنی ہیں گمراہی۔ غرور کرنے والا شخص دولتِ ایمان سے بھی عاری ہوتا ہے۔ غرور و تکبر کی بجائے خود داری اور تواضع کی ضرورت بدرجہا بہتر ہے۔

مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب کا واہ کینٹ میں

درسِ قرآن

منعقدہ ۳۰ جولائی ۱۹۶۷ء

مرتبہ محمد عثمان غنی بی اے

(۶)

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مخالف علماء نے کہا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ سامنے کچھ نظر نہیں آتا اس لئے نجاست نہیں ہو سکتی اس میں۔ چنانچہ فیصلے کے لئے کوفے کی یا بغداد کی مسجد کو منتخب کیا گیا کہ وہاں علمائے کرام بیٹھیں اور بیٹھ کر اس مسئلے پر بحث اور غور و فکر کریں۔ امام صاحب بھی تشریف لائے اور باقی علماء بھی تھے (میں بات کر رہا ہوں عقل کی کہ عقل کسے کہتے ہیں) ہم اپنے عقلوں کو ناپتے ہیں، اپنے عقل کے ساتھ اور اللہ کی بات کو بھی اپنے عقل سے ناپتے ہیں۔ نعوذ باللہ ثم نعوذ باللہ کیا ہمارا عقل کبھی کبھی "غالب" ہو جاتا ہے امام الانبیاء (صلی اللہ علیہ وسلم) کے عقل پر؟ ــــ اور یہ بہت بڑی بدنصیبی اور محرومی ہے ــــ چنانچہ امام صاحب تشریف لے گئے۔ اتفاق کی بات تھی کہ ایک آدمی غسلخانے میں غسل کر رہا تھا۔ امام صاحب وہاں نالی پر بیٹھ گئے، پانی کو دیکھ کر فرمایا کہ بھائی تم میرے ساتھ خواہ مخواہ کیوں جھگڑتے ہو، ابھی فیصلہ ہو جاتا ہے۔ دیکھو! میں تمہارے ساتھ آیا ہوں، مجھے نہیں پتہ اندر کون غسل کر رہا ہے، میں اسے نہیں پہچانتا، میں اس کے پانی میں دیکھ رہا ہوں کہ جو شخص غسل کر رہا ہے یہ اپنی ماں کا نافرمان ہے۔ اس کے پانی میں ماں کی نافرمانی کے اثرات مجھے نظر آ رہے ہیں۔ انہوں نے کہا۔ یک نہ شد دو شد۔ پہلے اور مسئلہ تھا اب ولایت میں دم مارنے لگے چنانچہ جب وہ شخص غسل کے بعد باہر نکلا تو اس کو بلایا گیا کہ بھائی ہمارے درمیان ایک جھگڑا ہے جو تیری وجہ سے فیصلہ ہو سکتا ہے، تو بتا ــــ تو اس نے کہا یہ سچی بات ہے میں ابھی اپنی ماں کے ساتھ لڑ کر آیا تھا اور میں غصے میں تھا تو میں نے غسل کرنا چاہا تاکہ میرے بدن میں ٹھنڈک پیدا ہو جائے۔

تو دیکھا؟ امام صاحب نے اپنی عقل کو نہیں ناپا۔ امام صاحب میں اللہ نے وہ بصیرت پیدا کر دی تھی وہ جانتے تھے کہ جو کچھ محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) فرماتے ہیں وہ بالکل صحیح ہے۔

حضور انورؐ کے سامنے ایک عورت آئی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پڑھ لیا کریں) آ کر بیٹھی۔ کوئی مسئلہ پوچھنا چاہتی تھی۔ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے دیکھ کر فرمایا کہ تیرے دانتوں میں کچے گوشت کے ٹکڑے موجود ہیں (مشکوٰۃ میں حدیث ہے) تیرے دانتوں کے سوراخوں میں کچے گوشت کے ٹکڑے موجود ہیں، تو نے کیا کھایا؟ تو اس نے عرض کیا "اللہ کے نبیؐ! میں نے تو گوشت نہیں کھایا، کچا گوشت تو حرام ہے ــــ اور آج تو کھایا ہی نہیں، گوشت کچا کون کھاتا ہے؟ فرمایا نہیں۔ مجھے تیرے دانتوں کے جو سوراخ ہیں، ان میں کچے گوشت کی بوٹیاں نظر آ رہی ہیں تو نے کیا گناہ کیا ہے؟ کہنے لگی۔ اللہ کے نبیؐ! میں نے ایک عورت کی غیبت کی ہے۔ فرمایا کہ غیبت کے متعلق قرآن کا کیا ارشاد ہے؟ یَاْکُلَ لَحْمَ اَخِیْهِ مَیْتًا فَکَرِهْتُمُوْهُ (الحجرات ع۲) غیبت کرنے والا اپنے مردار بھائی کا گوشت کھاتا ہے۔ تو حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے دیکھ لیا۔ گوشت نظر آ گیا کہ نہیں؟ اللہ کی بات کو امام الانبیاء (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنی عقل سے نہیں ناپا۔ اس یقین کے ساتھ دیکھا کہ مشاہدہ کرا دیا گیا جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ اس کے دانتوں میں گوشت کی بوٹیاں ہیں۔

اور امام ابو حنیفہؒ کو مشاہدہ کرا دیا گیا۔ کہ پانی میں ماں کی نافرمانی کے اثرات ہیں۔ اس لئے قرآن فرماتا ہے کہ خبردار! میری باتوں کو چودھویں صدی میں سگریٹ کے نشے میں قرآن کو مت ناپو تِلْكَ اٰیٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِیْمِ ۝ یہ قرآن مجید کی آیتیں ہیں اس کتاب کی جو بڑی حکمت والی کتاب ہے۔ اور تم اس پر مت تعجب کرو کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیسے قرآن کا علم دے دیا گیا۔ یہ ہماری مرضی ہے۔

اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا ــــ کیا لوگوں کے لئے تعجب کی بات بن گئی ہے؟ کہنے والے تعجب کرتے ہیں کہ محمد ابن عبداللہ کیسے محمد رسول اللہ بن گیا؟ تعجب کی کون سی بات ہے؟ کیا لوگوں کے لئے تعجب کی بات ہے؟ اَنْ اَوْحَیْنَآ اِلٰی رَجُلٍ مِّنْهُمْ کہ ہم نے وحی کر دی ایک مرد کی طرف ان میں سے۔ ہم نے محمد ابن عبداللہ کو امام الانبیاء بنا دیا (صلی اللہ علیہ وسلم) اس میں تعجب کی کون سی بات ہے؟

اور وحی میں ہم نے کیا کہا؟ اَنْ اَنْذِرِ النَّاسَ۔ کہ اے میرے حبیبؐ! آپ بشیر بھی ہیں آپ نذیر بھی ہیں۔ اَنْ اَنْذِرِ النَّاسَ۔ وحی اس بات کی کی کہ آپ ڈرائیں لوگوں کو اللہ کے عذاب سے، اگر لوگوں نے نافرمانی کی، ان کو اللہ کے عذاب سے ڈرائیں۔

وَبَشِّرِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْآ ــــ اور بشارت دیں، خوشخبری دیں، ان لوگوں کو جو اللہ پر یقین رکھتے ہیں۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دو کام ہیں (۱) بشارت اور نذیر۔ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِیْرًا وَّ نَذِیْرًا (البقرہ ۱۱۹) بشارت دیں اللہ کے مطیع اور فرمانبرداروں کو، اور اللہ کے عذاب سے ڈرائیں نافرمانوں کو، اور بشارت دیں نیکوں کو کس بات کی؟

اَنَّ لَهُمۡ قَدَمَ صِدۡقٍ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ ط بے شک ان کے لئے سچائی کا قدم ہے ان کے رب کے ہاں۔ "سچائی کے قدم" سے بہت سی باتیں مراد ہیں۔ بعض علماء تو یوں فرماتے ہیں۔ پورا مرتبہ ملے گا، پورا اجر و ثواب ملے گا۔ اور ایک تفسیر یہ بھی کی گئی کہ ان کو شفاعت حاصل ہوگی جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی۔ یہ بھی قَدَمَ صِدۡقٍ ہے ــــ سچائی کا قدم۔ جو لوگ دنیا میں امام الانبیاء (صلی اللہ علیہ وسلم) کے رستے پر گامزن رہے انہوں نے امام الانبیاء (صلی اللہ علیہ وسلم) کی باتوں پر تنقید نہیں کی بلکہ عملی زندگی کو اس رنگ میں رنگنے کی کوشش کی، اَنَّ لَهُمۡ قَدَمَ صِدۡقٍ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ ط اُن کے لئے سچائی کا قدم ہے اُن کے رب کے ہاں۔

اب اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اس میں تعجب کی کون سی بات ہے جو تمہاری سمجھ میں نہیں آتی؟ کون سی ایسی بات ہے جو تمہارے ذہن میں نہیں آتی؟ لیکن کافروں نے کیا کہا؟ قَالَ الۡكٰفِرُوۡنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ مُّبِيۡنٌ ۝ کہنے لگے کافر بے شک یہ تو کھلا ہوا جادوگر ہے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلا جو لقب دیا گیا امت کی طرف سے وہ کیا ہے؟ لَسٰحِرٌ مُّبِيۡنٌ ۝ یہ تو کھلا ہوا جادوگر ہے۔ بات بھی ایسی کرتا ہے جس میں کوئی جادو کی باتیں ہیں کہتا ہے کہ تم مرجانے کے بعد پھر زندہ ہوگے۔ اور کلام بھی پھر ایسا کرتا ہے کہ جو سنتا ہے سچے دل کے ساتھ وہ مطیع اور پیروکار ہو جاتا ہے۔ قَالَ الۡكٰفِرُوۡنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ مُّبِيۡنٌ ۝ کہتے ہیں کافر یہ یہ نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کھلا ہوا جادوگر ہے۔

اب اس پر اللہ تعالیٰ دلیل بیان کرتے ہیں۔ قرآن مجید سمجھنے کا میرے بزرگو ایک طریقہ اور قاعدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ پہلے ایک بات بیان فرماتے ہیں جس کو ہمارے علمائے تفسیر "دعوے" کے ساتھ تعبیر کرتے ہیں۔ پھر اس کی اللہ تعالیٰ دلیل دیتے ہیں۔ چنانچہ یہاں پر جو بات فرمائی اس کی پھر دلیل دی کہ تم میرا انکار کیوں کرتے ہو؟ تم مجھے کیوں نہیں مانتے؟ یہ ساری کائنات کس نے پیدا کی؟ تم نے پیدا کی؟ جب ساری کائنات کے وجود کو مانتے ہو تو مجھے کیوں نہیں مانتے؟ اور مجھے جب مانتے ہو تو میرے نبی جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیوں نہیں مانتے؟ تمہارے پاس کیا دلیل ہے اس بات کی کہ اللہ موجود نہیں۔ دلیل پیش فرمائی۔ اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ فِيۡ سِتَّةِ اَيَّامٍ۔ بے شک تمہارا پالنے والا (رب) ــــ مسئلہ سارا رب کا ہے۔ تمہارا پالنے والا کون ہے؟ اِنَّ رَبَّكُمۡ۔ بے شک تمہارا پالنے والا۔ اللّٰهُ الَّذِيۡ وہ اللہ ہے، وہی اللہ ہے۔ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ جس نے بنایا آسمانوں کو اور زمین کو۔ فِيۡ سِتَّةِ اَيَّامٍ۔ چھ دنوں میں۔ چھ دنوں سے کیا مراد ہے؟ رات اور دن تو بعد میں بنے۔ دنوں سے کیا مراد ہے؟ بعض علمائے تفسیر فرماتے ہیں کہ یہاں پر عجلت مراد ہے کہ تمہارے ہاں جلدی کام کیا جائے تو تم سات دن "ہفتہ" کہتے ہو۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے چھ دن میں بناتے، بہت جلدی بنایا زمین اور آسمان کو۔ اور بعض علمائے اسلام یہ بھی فرماتے ہیں کہ کائنات سماوی اور ارضی میں جو منازل طے ہوئے، ارتقاء ہوا وہ تو کروڑوں اربوں سالوں کی بات ہے، پہلے آسمان کی کیفیات کیا تھیں؟ زمین کیسی تھی؟ پھر پہاڑ کیسے ہوئے؟ یہ جو طبقات الارض کے علماء بحث وغیرہ کرتے رہتے ہیں، دین کی کتابوں میں اس طرف بھی اشارات ہیں۔ تو چھ دنوں سے مراد یا تو عجلت ہے، تیزی ہے، یا چھ ادوار ہیں، چھ دور ہیں، چھ زمانے ہیں، چھ قرن ہیں، اور بھی بہت سی تاویلات کی گئی ہیں، لیکن میرا اور آپ کا اسی پہ ایمان ہونا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے جو الفاظ فرمائے۔ اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ فِيۡ سِتَّةِ اَيَّامٍ بے شک تمہارا پالنے والا وہ اللہ ہے جس نے بنایا آسمانوں کو اور زمین کو چھ دن میں یعنی بہت جلدی بنایا اور لفظ چھ کا ترجمہ میں چھ دن ہی کرنے پڑینگے۔ ثُمَّ اسۡتَوٰى عَلَى الۡعَرۡشِ۔ پھر قائم ہوا، پھر متوجہ ہوا اللہ تعالیٰ عزاسمہ ــــ کس پر؟ عَلَى الۡعَرۡشِ۔ عرش پر۔ عرش پر اللہ تعالیٰ مقیم نہیں ہیں، اللہ تعالیٰ عرش پر بیٹھا ہوا نہیں ہے۔ ورنہ اس سے جسم لازم آئے گا۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے ساری کائنات کو پیدا فرمایا اور عرش مجید پر بھی آپ کا تصرف ہے۔ عرش مجید ساری کائنات پر حاوی ہے، عرش مجید ساری کائنات پر مسلط ہے۔ اس لئے فرمایا۔ رَبُّ الۡعَرۡشِ الۡعَظِيۡمِ ط وَرَبُّ الۡعَرۡشِ الۡكَرِيۡمِ ط عرش سے وہ عرش اعظم ہے جو ساری کائنات پر محیط ہے۔ تو اللہ تعالیٰ عزاسمہ فرماتے ہیں کہ عرش پر میری حکومت، عرش پر میرا تسلط، عرش پر میرا تصرف اور اس کے ماتحت جتنی کائنات ہے ساری کائنات پر میرا تصرف ہے۔

(باقی آئندہ)

بقیہ: ارشاداتِ مجالسِ ذکر

عمل حیات اپنے لئے نہیں، اللہ کی خاطر ہو۔

تکمیلی درجے کی دوسری شق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر شے سے محبوب ہو جائے۔ اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ط (۲: ۱۶۵) سب سے زیادہ محبت اللہ سے ہو جائے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ جو آرام اور راحت میسر ہو اسے اللہ کا فضل سمجھیں۔ اسباب اور ذرائع کی طرف نگاہ نہ رہے۔ ڈاکیہ منی آرڈر لاتا ہے تو نظر ڈاکئے کی طرف نہیں بلکہ منی آرڈر بھیجنے والے کی طرف ہوتی ہے اور اس کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ ایسے ہی خیال کریں کہ راحت اللہ کی طرف سے پہنچ رہی ہے اور سب سامان ۴ ــ اس نے مہیا کئے ہیں۔ اس طرح اللہ سے سب سے بڑھ کر محبت کرنے کا جذبہ پیدا ہو جائے گا۔

پردہ

حقوقِ نسواں کا جزوِ اوّل

فضل الرحمٰن، بٹلے ضلع ہزارہ

اسلام دینِ فطرت ہے۔ جس کی بڑی اور روشن دلیل یہ ہے کہ اس نے سماج اور معاشرہ کے سدہار کے کسی پہلو کو بھی تاریک نہیں چھوڑا۔ انسان کی روزمرہ انفرادی اور اجتماعی زندگی سے متعلق کوئی مسئلہ اور قضیہ ایسا نہیں ہے جس کا حل اور فیصلہ اسلام نے نہ پیش کیا ہو۔۔۔۔ اس وقت ہمارے ملک میں عورتوں کے قانونی حقوق متعین کرنے کی جو کوششیں بعض حلقوں اور زاویوں سے ہو رہی ہیں ان سے پتہ چلتا ہے کہ مغربی ممالک کی طرح یہاں بھی نسوانی حقوق کا مسئلہ پیچیدہ شکل اختیار کرتا جا رہا ہے۔ حالانکہ آج سے کم و بیش چودہ سو سال قبل اسلام نے اس مسئلہ کا مکمل ترین حل دنیا کے سامنے پیش کر دیا ہے۔

عورتوں کے حقوق اور مسائل میں اسلام نے اوّلیت اور بنیاد کا درجہ پردے کو دیا ہے اور قرار دیا ہے کہ عورت کو پردہ سے محروم رکھنا اس کے فطری حقوق کی ابتدائی پامالی اور اتلاف ہے۔

عام مشاہدہ ہے کہ عورتوں کی بے پردگی جہاں اور جب بھی عام ہوئی شرارتوں فتنوں اور فسادوں کو خوب سر اٹھانے کا موقعہ ملا۔ عورت اور مرد کی باہمی کشش اور ہوس کو ملحوظ رکھ کر اسلام نے ان تمام رخنوں کو بند کر دیا جو اس سلسلہ میں فتنہ سامانی کا موجب ہو سکتے تھے۔ تاکہ زنا ایسے حیوانی فعل ناشائستہ تک نوبت نہ پہنچنے پائے۔

عورتوں کو ہدایت کی گئی کہ وہ حتی الامکان وقار کے ساتھ گھروں میں رہا کریں اور جب باہر نکلنے کی ضرورت پڑے تو احساس ذمہ داری کے ساتھ اپنے لباس میں ایسی تبدیلی اور ترمیم کر لیں تاکہ شہدے اور خدا ناشناس قسم کے کسی آوازہ کسنے کا موقعہ نہ ملے۔ بھڑکیلا اور شوخ لباس پہن کر گھر سے باہر نکلنا ایک طرح سے اپنے آپ کو لوگوں کو دیکھنے والوں کی توجہ کا مرکز بنانا ہے۔ اور اس باب میں اسلام اتنا محتاط اور احساس ہے کہ اس نے عورتوں کو خوشبو کے استعمال سے سختی کے ساتھ منع کیا ہے تاکہ خوشبو کی اثر پذیر کسی بد خصلت کو اس کی طرف مائل ہونے پر نہ ابھارنے پائے۔ گھر میں رہیں تو بھی ایسا لباس استعمال کریں جو ستر پوش ہو۔ اتنا باریک اور تنگ نہ ہو جس سے جسم کے انگ انگ کا صحیح اندازہ ہو سکے۔

باہر نکلے بغیر چارہ نہ ہو تو اپنے حرم کے کسی مرد کو ہمراہ رکھیں۔ راہ چلتے میں نگاہیں نیچی رہیں اور برقعہ یا نقاب سے چہرہ کو ڈھانپے رکھیں۔ اسلام نے اپنی ہدایات کو اتنا وسیع رکھا ہے کہ ان کی روشنی میں ایک عورت کو تن بدن تو درکنار اپنی آواز کو بھی باپردہ رکھنے پر مجبور کیا ہے تاکہ آواز کی شیرینی کسی کو اس کے دیکھنے کے شوق میں مبتلا نہ کر دے۔ اور یہ بھی بتلا دیا کہ کن کن مردوں سے پردہ لازمی ہے اور کن کن سے نہیں۔

مردوں کو حکم دیا گیا کہ راہ چلتے نظر بازی سے بچتے رہو۔ نگاہیں جھکا کر چلو تاکہ کسی راہرو غیر محرم خاتون پر تمہاری نظر ٹکنے اور جمنے نہ پائے۔ کسی کے گھر میں جانا پڑ جائے تو آواز دے اور اجازت لئے بغیر اندر داخل مت ہو تاکہ گھر کے اندر کی عورتوں کو پردے اور حجاب کا موقعہ مل سکے۔ غیر محرم عورت کے ساتھ تخلیے میں بیٹھنے کو حرام قرار دیا تاکہ بُرے خیالات اور فاسد ارادوں کو پیدا ہونے کا موقعہ ہی نہ ملے۔ مبادیات اور محرکات زنا کو زنا کاری قرار دے کر واضح کر دیا کہ زنا شرمگاہ ہی سے نہیں بلکہ زبان، آنکھ، ہاتھ، پاؤں، دماغ اور دل سے بھی صادر ہو جاتا ہے۔

مرد و زن کے اختلاط کے بُرے نتائج سے محفوظ رہنے کا اس سختی سے اہتمام فرمایا کہ عورتوں کو نماز باجماعت تک شرکت کی اجازت نہ دی۔ حالانکہ انفرادی نماز کے مقابلہ میں باجماعت نماز کا ثواب ـــــ گناہ زیادہ ہونا احادیث سے ثابت ہے۔

اسلام کا رویہ تمام بنی نوع انسان کے ساتھ کریمانہ، ہمدردانہ اور مشفقانہ ہے۔ لیکن افسوس ان لوگوں پر ہے جو اپنے آپ کو اہل اسلام کے زمرہ میں شمار کرنے کے باوجود نہ صرف یہ کہ وہ اپنی بہو بیٹیوں کو برسرِ عام پھراتے، تھیٹر و سینما کی سیر کراتے۔ ہوٹلوں اور پارکوں میں ٹہلاتے بہلاتے اور کلبوں میں نچواتے ہیں۔ بلکہ شد و مد سے اسلامی پردہ کا مذاق اڑاتے، برقعہ پوش عورتوں کو نبد گوبھی اور چلتے پھرتے خیمہ سے تعبیر کرتے ہیں اور اسی اسلامی پردہ کو وہ اپنی مادی ترقیات کی راہ کا ایک روڑہ تصور کرتے ہیں۔

حالانکہ اگر دیکھا جائے تو آئے دن کی اغوا اور بدکاریوں کی تمام وارداتوں کا سرچشمہ یہی بے پردگی اور پردہ سے بے پرواہی ہے۔ جو دوسری خرافات کے ساتھ یورپ سے درآمد ہو کر ہم پر مسلط ہو گئی ہے۔

عورت کا عورت نام ہونا ہی اس بات کا بین ثبوت ہے کہ عورت سرتا پا شرمگاہ ہے جسے ننگا رکھنا حیوانوں کا کام تو ہے لیکن انسانوں کا یہ شیوہ ہرگز نہیں۔

الغرض قرآن و حدیث نے بے پردگی و بے حیائی کی جس شدت سے مذمت کی ہے اور صحابہ و صحابیات رضوان اللہ کا اس ذیل میں جو تعامل اس کا تقاضہ یہ ہے کہ کم از کم اپنے آپ کو مسلمان کہلانے والے ممکن حدود تک پردہ کا اہتمام کریں۔ اور بے پردگی، و آزادانہ میل جول اختیار کر کے بجائے انسانیت کے حیوانیت کا لباس ان کے بدن پر نظر نہ آئے۔

پروگرام

حضرت مولانا عبیداللہ انور مدظلہ العالی

۲۷ر ستمبر بروز جمعہ: شام بذریعہ ماڑی انڈس میانوالی

۴ر اکتوبر بروز جمعہ: شاہ کوٹ

۶ر اکتوبر بروز اتوار ملتان تشریف لے جائیں گے

انشاء اللہ۔ (حاجی بشیر احمد)

واہ کینٹ میں "درسِ قرآن و حدیث"

حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب مورخہ ۲۹ر ستمبر ۶۸ء بروز اتوار صبح دس بجے بنگلہ ۱۵ جامن روڈ واہ کینٹ میں درسِ قرآن و حدیث دیں گے۔ یہ جگہ تھانہ واہ چھاؤنی کے قریب ہے۔ (محمد عثمان غنی بی اے منتظم درس)

بقیہ : مجلسِ ذکر

اللہ رکھے اسے کون چکھے ؎
شکست و فتح نصیبوں پہ ہے و لے امیر
مقابلہ تو دلِ ناتواں نے خوب کیا

ابھی ہماری سعی ختم نہیں ہوئی

ہماری محنت، کوشش اور سعی ابھی ختم نہیں ہوئی ہے کیونکہ جب تک دنیا میں شر و فساد ہے، فتنہ ہے، اس وقت تک ہمیں نیکی کی حمایت اور بدی کی مخالفت میں جہاد کے لئے ہمیشہ سرگرمِ عمل رہنا چاہیئے اسی لئے قرآن میں اللہ تعالٰے نے فرمایا۔ وَ قَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّ يَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ ط (پ۲ س البقرع ۷- آیت ۱۹۳)

ترجمہ: اور ان سے لڑو یہاں تک کہ فساد باقی نہ رہے اور اللہ کا دین قائم ہو جائے۔

جہاں جہاں بھی برائی کا، بے حیائی کا سر اُٹھے اس کا قلع قمع کرنا مسلمان کا فرض ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے:۔
كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (پ۴ س آل عمران ع ۳- آیت ۱۱۰)

ترجمہ: تم سب امتوں میں سے بہتر ہو جو لوگوں کے لئے بھیجی گئیں اچھے کاموں کا حکم کرتے ہو اور بُرے کاموں سے روکتے ہو۔

ساری دنیا میں اسلام کا نام بلند کرنا، اسلام کا جھنڈا لہرانا، برائیوں کو مٹانا، بدیوں کو نیست و نابود کرنا اور اس کی جگہ نیکی اور بھلائی کا ڈول ڈالنا، نیکی کا بیج ڈالنا، اس کی آبیاری کرنا یہ مسلمان کا فریضہ ہے۔ اس فریضے میں کوتاہی سرزد ہو رہی ہے اور اعتصام بحبل اللہ میں ہم بہت زیادہ پیچھے رہ گئے ہیں — وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا ط (پ۴ ع ۲ س آل عمران آیت ۱۰۳)

ترجمہ: اور سب مل کر اللہ کی رسّی کو مضبوط پکڑو۔

ہم نے فرقہ بندیوں، پارٹی بازیوں کی حد کر دی ہے۔ ساری دنیا کے مسلمانوں کو ایک مٹھی ہونا چاہیئے تھا ایک ہی عمارتِ واحدہ، ایک ملتِ عظیمہ ہونا چاہیئے تھا۔ اس میں ہم ناکام ہیں ایران کا اپنا دستور الگ، ترکی کا الگ، عراق کا الگ، عرب الگ ہیں، اور دیگر مسلم ممالک اپنی جگہ الگ، کوئی تو بالکل ہی الگ پڑے ہیں اور بعضوں نے اگر اپنی تھوڑی بہت اتفاق و اتحاد کی راہیں استوار کی بھی ہیں تو وہ بھی علاقائی بنیادوں پر نہ کہ دینی اور اسلامی بنیادوں پر اور پھر اس میں تبلیغ کا عنصر بالکل ناپید ہے — یہ افسوسناک چیز ہے اگر یہ مٹی اور زمین حاصل کرنا یا دنیا کی کوئی غرض و غایت ہے تو پھر ہمارے لئے یہ عبث اور بیکار ہے ؎

شہادت ہے مطلوب و مقصودِ مومن
نہ مالِ غنیمت نہ کشور کشائی

یہ ملک اور مالِ غنیمت تو کوئی چیز نہیں۔ یہ تو خود بخود اللہ نے آپ کو دی ہوتی ہیں۔ بیوی بچے پالنا، کاروبار کرنا، یہ تو کافر بھی کرتے ہیں مسلمان کا شیوہ تو یہی ہونا چاہیئے کہ اللہ کے دین کا غلبہ ہو۔ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ط (پ۱۲ س یوسف ع ۵- آیت ۴۰)

ترجمہ: حکومت سوائے اللہ کے کسی کی نہیں ہے۔

اس راستے میں ہمیں سربکف رہنا چاہیئے۔ جب بھی دشمن سے موقع پڑ جائے اور وہ ہم پر حملہ آور ہو تو جوابی دفاعی کاروائی کرنا ہمارا فرض ہے۔

دعا: اللہ تعالٰے ہماری اپنی کوتاہیوں کو معاف فرمائے اور ہمیں پھر سے پوری ملت میں جہاد کی روح پھونکنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین!

بقیہ : اداریہ

قریشی، مولانا محمد ضیاء القاسمی، مولانا قائم الدین، مولانا عبدالستار تونسوی، مولانا محمد علی جالندھری، مولانا عبدالحی، مولانا عبدالرحیم، قاضی فیض احمد اور مولانا حبیب اللہ۔" (انیس)

سانحہ عظیم

یہ خبر قارئین خدام الدین نہایت رنج و غم کے ساتھ سنیں گے کہ کرنل عبدالحی لقمان اس جمعہ کو اپنے اللہ کو پیارے ہو گئے ہیں۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

کرنل صاحب مرحوم امیر خدام الدین حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہٗ کے ماموں زاد بھائی اور برادر نسبتی اور ڈاکٹر عبدالقوی لقمان کے صاحب زادہ تھے۔ مرحوم گوناگوں خوبیوں اور اوصاف کے مالک تھے اور اس دَور میں جب کہ صحیح دینی مزاج اور سچا اسلامی فکر رکھنے والے افسروں کا قحط ہے اُن ایسی ذاتِ گرامی کا جواں عمری میں داغِ مفارقت دے جانا سانحۂ عظیم سے کم نہیں ——

راقم الحروف نے جب یہ خبر سنی تو دیر تک ایک سکتہ کا عالم طاری رہا اور اللہ رب العزت کی بے نیازی کا نقشہ آنکھوں کے سامنے گھوم گیا۔ مرحوم رن کچھ اور ستمبر ۱۹۶۵ء کی جنگ میں کارہائے نمایاں سرانجام دے چکے تھے۔ اور صحیح اسلامی فکر و شعور کے ساتھ فوجی معاملات میں بھی مہارت تام اور گہری نظر رکھتے تھے۔ اس طرح آپ کی وفات نہ صرف ایک قومی نقصان ہے بلکہ دینی اعتبار سے بھی ایک حادثہ ہے۔

ادارہ خدام الدین اس سانحہ عظیم میں اپنے امیر محترم مدظلہٗ، اُن کی واجب التعظیم اہلیہ محترمہ، ڈاکٹر عبدالقوی لقمان اور ان کے تمام خاندان کے غم میں برابر کا شریک ہے۔ اور ان کے ساتھ خود کو بھی تعزیت کا مستحق سمجھتا ہے۔

ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالٰی مرحوم کو کروٹ کروٹ جنّت نصیب کرے اور ان کے درجات کو بلند فرمائے۔

ادارہ خدام الدین اور قاری غلام فرید صاحب کے زیر تعلیم طلباء نے دو قرآن کریم ختم کئے اور مرحوم کی روح کو ایصالِ ثواب کیا۔ ہماری قارئین سے استدعا ہے کہ وہ بھی مرحوم کے لئے دعاءِ مغفرت اور ایصالِ ثواب فرمائیں۔

درسِ قرآن مجید

۴۳- ڈی گلبرگ ۲ میں عصری تقاضوں کے مطابق ہر اتوار کو صبح ۸ بجے سے ۹ بجے تک جناب مولانا قاری فیوض الرحمٰن صاحب ایم اے درس قرآن و حدیث دیتے ہیں شائقین نوٹ فرمالیں۔ (ایس اے رشید)

بقیہ: خطبۂ جمعہ

جو دنیا میں ہم کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کیا کرتا تھا۔ وہ جواب دے گا۔ ہاں! میں وہی ہوں لیکن میں بدبخت جن باتوں کا تم کو حکم دیا کرتا تھا خود ان کو نہیں کیا کرتا تھا یعنی بے عمل واعظ تھا۔

بغوی نے شرح السنہ میں اور بیہقی نے شعب الایمان میں یہ روایت نقل کی ہے کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم شب معراج میں ایک ایسی قوم پر گذرے جن کے ہونٹ قینچیوں سے کاٹے جا رہے تھے۔ آپؐ نے حضرت جبرئیلؑ سے دریافت کیا یہ کون لوگ ہیں؟ جبرئیلؑ نے جواب دیا یہ آپؐ کی امت کے خطیب ہیں۔ جو لوگوں کو خیر پر عمل کرنے کو کہتے تھے اور اپنے آپ کو فراموش کئے ہوئے تھے۔

بہرحال ایک جماعت دعوت الی الخیر اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لئے مقرر رہنی چاہئے۔ اگر کچھ لوگ یہ کام کرتے رہے تو یہ لوگ اپنے مقصد میں کامیاب ہونگے یعنی ان کو اجر ملے گا اور دنیا میں مسلمانوں کو فائدہ پہنچے گا۔ ان کی مردم شماری میں اضافہ ہو جائے گا۔ جس کی آج کل جمہوریت میں بڑی ضرورت ہے

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے زبانی تبلیغ کے ساتھ جہاد کو بھی شامل کر لیا گویا آیت میں ہر قسم کی گنجائش ہے۔ ہو سکتا ہے کہ بعض ضدی اور ہٹ دھرم مسلمانوں سے بھی جہاد کی نوبت آ جائے جیسا کہ مانعینِ زکوٰۃ سے قرنِ اوّل میں ہوا۔

حضرت علیؓ سے مروی ہے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر افضل جہاد ہے۔

یہاں یہ بات بھی یاد رکھنی چاہئے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لئے بہت بڑے عالم کی ضرورت نہیں ہے۔ بلکہ جس بات کی خوبی اور جس کام کی برائی کا کسی کو علم حاصل ہو وہ اتنی بات کی تبلیغ کر سکتا ہے مثلاً نماز کی فرضیت کو ہر شخص جانتا ہے تو ایک بے نمازی سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ نماز فرض ہے۔ تُو نماز پڑھا کر۔ اسی طرح شراب کی حرمت سے عام آدمی واقف ہے اس لئے ایک شرابی کو یہ کہہ کر روکا جا سکتا ہے کہ شراب نہ پیا کر اس کو شریعت نے حرام کیا ہے۔

محترم حضرات! اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں مختصر طور پر چند باتیں آگئی ہے ورنہ اس بحث میں فرعی مسائل بہت ہیں۔ جن کے تذکرے کے لئے یہ وقت نہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے اس آیت کی میں فرمایا ہے کہ تقویٰ، اتحاد و انفاق، قومی زندگی، اسلامی اخوت اور دوسری عام خوبیاں اسی وقت باقی رہ سکتی ہیں جب تک مسلمانوں میں ایک جماعت دعوت و تبلیغ اور جہاد کے لئے قائم رہے اور وہ اپنے قول و عمل سے دنیا کو قرآن و سنت کی طرف بلاتی رہے اور جب دیکھے کہ لوگ نیکی سے غفلت کر رہے ہیں اور برائیوں میں مبتلا ہو گئے ہیں۔ تو وہ جماعت انہیں بھلائی یا خیر کی طرف متوجہ کرے اور برائی سے روکے۔

بزرگانِ محترم! دعوت الی الخیر، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی بحث تفسیر میں گذر چکی ہے اور ظاہر ہے یہ کام وہی لوگ سرانجام دے سکتے ہیں جو نیکی اور بدی میں تمیز کر سکتے ہوں۔ قرآن و سنت کی تعلیمات سے پوری طرح باخبر ہوں نیز موقع شناس، حکمت، دانائی اور جفاکشی کی خوبیوں سے متصف ہوں اور صبر و رضاء کے پُتلے ہوں۔ اگر ان میں یہ خوبیاں نہیں ہونگی تو وہ اصلاح کی بجائے اپنی نادانی اور جہالت کے سبب سے بگاڑ بھی پیدا کر سکتے ہیں۔

عزیزانِ گرامی! آپ تاریخ عالم کو کھنگال جائیے۔ آپ کو نظر آئے گا کہ ایسی جماعت کا وجود ہر زمانے اور ہر دَور میں موجود رہا ہے جو حتی الوسع یہ کوشش کرتی رہی ہے کہ لوگوں کو برائیوں سے روکے، نیکی کی طرف دعوت دے اور شرک و بت پرستی، کفر و الحاد اور توہم پرستی کے چنگل سے آزاد کرائے۔ تاریخ اسلام گواہ ہے کہ اسلام صرف ان ہی لوگوں کی کوششوں اور جانکاہیوں سے پھیلا اور پھلا پھولا ہے اور یہی وہ نفوس قدسیہ اور پیکرانِ تسلیم و رضاء ہیں جنہوں نے شر و بغاوت اور فتنہ و فساد کو ہر دَور میں فرو کیا ہے اور ہمارا ایمان ہے کہ ایسی جماعت انشاءاللہ ہمیشہ موجود رہے گی۔

پس ضروری ہے کہ ایسی قوم کو کہ ایسی جماعت کو تقویت پہنچائی جائے اور زیادہ سے زیادہ لوگ اس جماعت میں شامل ہوں جو اپنے تمام وسائل و ذرائع کو استعمال اور تن من دھن قربان کر کے ان تین فرائض کو پوری تندہی اور سرگرمی سے انجام دے۔

۱۔ دعوت الی الخیر (۲) امر بالمعروف
۳۔ نہی عن المنکر۔

دعوت الی الخیر سے مختصراً مراد یہ ہے کہ تبلیغ کے ذریعے سے لوگوں کو نیکی کی طرف دعوت دی جائے۔ امر بالمعروف سے مراد ہر ممکن ذریعہ سے نیکیوں کو حکماً پھیلانا اور عوام و خواص کو بھلائی کے راستہ پر ڈالنا ہے اور نہی عن المنکر سے مقصود تمام قوتیں صرف کر کے ملک و ملت سے برائیوں، گناہوں اور خرابیوں کو حکماً ختم کرنا ہے۔

گویا اپنی مراد کو پہنچنے والی اور اسلام کی عالمگیر حقانیت کو واضح اور عام کرنے والی جماعت وہی ہو سکتی ہے جو محض زبانی تبلیغ ہی نہ کرے بلکہ اپنی پوری قوت سے عملاً اور حکماً نیکیوں کی اشاعت اور خرابیوں کی روک تھام کرے۔

اللہ تعالےٰ ہم سب کو ایسی جماعت سے وابستہ رہنے اور اسی کے لئے اپنی تمام مساعی کو وقف کر دینے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین!

تذکرہ حفاظ میانوالی

(ایک تاریخی دستاویز)

راقم نے ایک کتاب "تذکرہ حفاظ میانوالی" کے نام سے مرتب کرنے کا عزم کیا ہے۔ جملہ حفاظ کرام ضلع میانوالی کی خدمت میں گذارش ہے کہ اپنی زندگی کے مختصر حالات، استاد کا نام، مدرسہ کا نام جہاں قرآن کریم حفظ کیا ہے۔ اور کتنی مرتبہ رمضان شریف میں قرآن کریم سنا چکے ہیں۔ اور کیا کیا دینی خدمات سرانجام دی ہیں۔ جملہ کوائف لکھ کر مندرجہ ذیل پتہ پر ارسال فرمائیں۔

حافظ نور محمد انور ۱۳ بی شاہ عالم مارکیٹ لاہور

جلسے

● مورخہ ۴، ۵ رجب المرجب ۸۹ھ مطابق ۲۷، ۲۸ ستمبر ۶۹ء بروز جمعہ ہفتہ بمقام موتی مسجد میانوالی ایک جلسہ منعقد ہو رہا ہے۔ جس میں ملک کے اکابر علماء کرام تشریف لا رہے ہیں۔ تمام مسلمانوں سے عموماً اور ضلع میانوالی کے مسلمانوں سے خصوصاً التماس ہے کہ اس تبلیغی جلسہ میں شرکت فرما کر ثواب دارین حاصل کریں۔ (مولوی محمد سعید ناظم مدرسہ)

● بہاول نگر میں تحفظ ختم نبوت کانفرنس زیر اہتمام مجلس تحفظ ختم نبوت بہاول نگر بتاریخ ۴، ۵ رجب المرجب جمعہ ہفتہ منعقد ہو رہی ہے جس میں مولانا محمد علی جالندھری و دیگر مبلغین تحفظ ختم نبوت شرکت فرما رہے ہیں۔ احباب سے شرکت کی اپیل ہے۔

● دارالعلوم مدنیہ ڈسکہ ضلع سیالکوٹ میں ایک تبلیغی جلسہ مورخہ ۲۵، ۲۶، ۲۷ ستمبر بروز بدھ۔ جمعرات منعقد ہو رہا ہے۔ جس میں حضرت مولانا مفتی محمود صاحب، مولانا محمد سرفراز صاحب گکھڑ اور دوسرے علماء کرام تشریف لا رہے ہیں

(مجلس منتظمہ دارالعلوم مدنیہ ڈسکہ)

بچوں کا صفحہ

استاد کا مقام

محمد خان جھنگ صدر

علم ہو یا کوئی فن، استاد کے بغیر اس کا سیکھنا مشکل بلکہ محال ہے۔ اس لئے داناؤں کا کہنا ہے کہ استاد کے بغیر ہر کام "کار بے بنیاد" کی حیثیت رکھتا ہے۔

اسلام نے تحصیلِ علم کو ہر مرد و زن کے لئے فرض قرار دیا ہے۔ ابن ماجہ کی حدیث طلب العلم فریضۃ علیٰ کل مسلم و مسلمۃ اس کی شاہد ہے۔ یہ اہم فریضہ بھی کسی اُستاد کے سامنے زانوئے ادب تہ کئے بغیر انجام نہیں دیا جا سکتا۔ لہٰذا جہاں طالب علم پر زور دیا گیا ہے وہاں علم سکھانے والے اُستاد کا مقام بھی اسلام نے متعین کیا ہے۔ حدیثِ ذیل اس کا واضح ثبوت ہے۔

"دنیا میں تمہارے تین باپ ہیں۔ ایک وہ جو تمہاری پیدائش کا سبب ہے دوسرا وہ جس نے اپنی لڑکی تمہارے نکاح میں دی۔ تیسرا وہ جس سے تم نے دولتِ علم حاصل کی۔ اور ان میں بہترین باپ تمہارا "استاد" ہے"۔

معلوم ہوا کہ استاد بمنزلہ باپ کے ہے۔ اور اس کی تعظیم و تکریم از حد ضروری ہے۔ جس طرح خدا کی خوشنودی باپ کی خوشنودی میں اور خدا کی ناراضگی باپ کی ناراضگی میں ہے اس طرح دنیا و آخرت کی بہتری استاد کو راضی رکھنے میں ہے۔

ہمارے اسلاف کے دلوں میں استاد کی بہت قدر تھی یہی سبب ہے کہ وہ دولت علم کو زیادہ سے زیادہ سمیٹنے میں کامیاب ہوئے سچی بات تو یہ ہے کہ کسی کے دل میں استاد کی جتنی زیادہ عزت و وقعت ہوتی ہے اتنا ہی وہ دولتِ علم سے زیادہ بہرہ ور ہوتا ہے۔

علم و ہنر عموماً بچپن میں سیکھا جاتا ہے اور یہی وقت اس کی تحصیل کے لئے موزوں اور مناسب ہے۔ کسی نے سچ کہا ہے۔ کہ "طفولیت علم و ہنر کے لئے موضوع ہوتی ہے اور جوانی عمل کے لئے، پیری میں بجز گوشہ نشینی اور کچھ نہیں ہو سکتا" بچپن میں بچے کی عادات و اطوار بنتی ہیں، کردار کی تشکیل ہوتی ہے۔ اس لئے ماحول اسے بہت متاثر کرتا ہے۔ اساتذہ اور والدین کا طرزِ عمل اس کے لئے ایک نمونہ ہوتا ہے۔ والدین خصوصاً والدہ تو بچوں پر بہت ہی مہربان ہوتی ہے۔ اساتذہ چونکہ مثل باپ کے ہوتے ہیں۔ اس لئے وہ طلباء کو اپنے بچے سمجھتے ہیں اور ان کی تعلیم و تربیت اسی نقطہ نظر سے کرتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ بچوں کی مثال "لوح سادہ برائے ہر نقش آمادہ" کی ہے اور ان کی آئندہ زندگی کا مدار ہمارے ماحول اور رویے کے پیدا کردہ خصائل پر ہے۔ وہ بچوں کو دل و جان سے زیادہ عزیز جانتے ہیں اور اپنی طرف سے یہ کوشش کرتے ہیں کہ بچے زیورِ تعلیم سے آراستہ ہو کر اپنی زندگی کو سنوارنے کے قابل ہو سکیں۔

جب استاد کے دل میں شاگرد کے لئے اتنی ہمدردی اور شفقت ہوتی ہے تو شاگرد کا بھی فرض ہے کہ وہ استاد کو اپنا حقیقی خیرخواہ سمجھ کر اس کی بات کو مانے۔ اس کے دئے ہوئے کام کو بر وقت انجام دے۔ اس کا ادب و احترام کرے اور اسے کبھی شکایت کا موقع نہ دے۔ اس طرح استاد اور شاگرد میں ایک ایسا فروغ پذیر رشتہ قائم ہو جائے گا جو توڑنے سے نہ ٹوٹے گا اور روز بروز مضبوط ہوتا جائیگا یہی رشتہ اصلِ علم ہے۔ اس کی کمزوری تعلیمی معیار کی پستی کا باعث بنتی ہے۔ اس لئے اس کی استواری کا خیال رکھنا ضروری ہے

قدرت نے ہر شخص کا مزاج ایک سا نہیں بنایا اور نہ ہی سب کو ایک سی ذہانت بخشی ہے۔ یہ اختلافِ طبع اور تفاوتِ عقل کائنات میں رنگا رنگی پیدا کرتا ہے۔ اس سے رونقِ بزم دنیا ہے۔ لہٰذا اسے قدرت کی ناانصافی پر محمول کرنا حماقت ہے بعض بچے طبعاً کند ذہن ہوتے ہیں اور بعض ذہانت و ذکاوت رکھنے کے باوجود کاہل ہوتے ہیں۔ ایک استاد کے لئے ایسے بچے آفت جان ثابت ہوتے ہیں۔ اُس کی آتشِ غضب کو بھڑکاتے ہیں۔ جس سے اُس کا جذبہ رحم و کرم سرد پڑ جاتا ہے۔ وہ اولاً سخت سست کہتا ہے۔ اور اگر یہ تدبیر کارگر ثابت نہ ہو تو وہ سخت خشمگین ہو کر عصا اٹھا لیتا ہے۔

استاد کی یہ سزا کسی عناد کی بنا پر نہیں ہوتی بلکہ تعمیری نقطۂ نگاہ سے ہوتی ہے، خوفِ سزا سے بھی طلباء کو کام کرنے کا احساس پیدا ہوتا ہے جو ان کی اپنی ذات کے لئے ہی مفید ہوتا ہے۔ لہٰذا طلباء کو استاد کی سزا بے حکمت نہ سمجھنا چاہئے بلکہ اسے اپنے لئے رحمت خیال کرنا چاہئے۔ یہ استاد آخر ان کا بہی خواہ اور بزرگ ہے اس لئے اس کی سزا کو برا ماننا سخت نادانی ہے۔

سچ پوچھو تو استاد کی مار والدین کے پیار سے بہتر ہوتی ہے۔ اس لئے کہ اول الذکر ہمیشہ تعمیری نتائج پیدا کرتی ہے مگر مؤخر الذکر بعض اوقات تخریب کا باعث بنتا ہے۔ والدین کے لاڈ پیار سے بچے عموماً بگڑ جاتے ہیں۔ ان کی عادات و اطوار میں بگاڑ اور کردار میں خرابی جنم لیتی ہے۔ وہ بڑے ہو کر والدین کی خدمت سے کنارہ کش رہتے ہیں اور اس طرح اپنی زندگی برباد کر بیٹھتے ہیں لیکن استاد کی مار بلکہ صرف مار کے خوف سے بچوں میں احساسِ ذمہ داری، پابندیٔ وقت، بلند اخلاق اور اعلیٰ کردار پیدا ہوتا ہے، جو نہ صرف بچوں کے لئے بلکہ ان کے والدین کے لئے بھی باعثِ فخر و اطمینان ہوتا ہے۔

جہاں تک اساتذہ کا تعلق ہے ان کا یہ اخلاقی فرض ہے کہ وہ بے جا سختی سے گریز کریں۔ اتنی سزا نہ دیں کہ جو بچے کی برداشت سے باہر ہو۔ بچوں کو ہمیشہ سخت سست اور برا بھلا کہنے سے احتراز کریں کہ اس سے ان میں احساسِ کمتری جنم لیتا ہے جو بڑا نقصان دہ ہوتا ہے۔

اساتذہ فرض شناس، پابندِ وقت، خوش خلق دیانتدار اور اعلیٰ کردار کے مالک ہوں تو بچوں میں بھی یہ خصائل بہت جلد پیدا ہو جاتے ہیں۔ اثرِ صحبت سے کس کو انکار ہے، بے جان مٹی میں بھی پھول کی خوشبو سرایت کر جاتی ہے۔ انسان تو پھر انسان ہے اور پھر بچپن میں تو یہ ماحول ہی کردار کی تشکیل کرتا ہے۔ اساتذہ پر تعمیرِ ملک و قوم کی عظیم ذمہ داری عائد ہوتی ہے جس سے عہدہ برآ ہونا خالہ جی کا گھر نہیں جبتک کہ استاد احساسِ ذمہ داری کا حامل نہ ہو یہ فریضہ کما حقہ انجام نہیں دے سکتا

خدا کرے ہماری قوم احساسِ زیاں کے جذبہ سے ہمیشہ سرشار رہے تاکہ ہم میں اسلاف کے جوہر باقی رہ سکیں ؎

اس قوم سے جلتے نہیں اسلاف کے جوہر
جس قوم کو احساس ہو کچھ اپنے زیاں کا

★

۲۷ ستمبر ۱۹۶۸ء

۲۰

ٹیلیفون ۶۷۵۲۵

چیف ایڈیٹر
عبید اللہ انور

The Weekly "KHUDDAMUDDIN"
LAHORE (PAKISTAN)

رجسٹرڈ ایل
نمبر ۶۰۴۷

منظور شدہ محکمۂ تعلیم (۱) لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری G/۱۶۳۲۱ مورخہ ۳ مئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C ۲۳۷-۲۳۸۱ مورخہ ۲۷ ستمبر ۱۹۵۶ء
(۳) کوئٹہ ریجن بذریعہ چٹھی نمبری ۳۹/۶۷۸-۲-۹ DD مورخہ ۲۴ اگست ۱۹۶۴ء (۴) راولپنڈی ریجن بذریعہ میمو نمبر G/۴۶-۱۵۳۱۰ مورخہ ۱۳ مارچ ۱۹۶۷ء

قرآن عزیز

تجلیۂ جدیدہ

رنگین — دیدہ زیب

عکسی طباعت سے مزیّن

مترجمہ: حضرت مولانا احمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کم و بیش ایک لاکھ کے مصرف سے تین سال کی محنتِ شاقّہ کے بعد
چھپ کر تیار ہو گیا ہے۔

ھدیہ

مجلّد قسم سوم	مجلّد قسم دوم	مجلّد قسم اوّل
مکینیکل گلیز کاغذ	کرنافلی سفید کاغذ	آفسٹ پیپر
۹/- روپے	۱۲/- روپے	

محصول ڈاک دو روپے فی نسخہ زائد ہوگا۔
فرمائش کے ساتھ کل رقم پیشگی آنا ضروری ہے۔
وی۔پی نہ بھیجا جائے گا۔
تاجرانہ رعایت کے لیے
لکھیں۔

ناظم شعبۂ تالیف و اشاعت انجمن خدام الدین دروازہ شیرانوالہ لاہور

ملفوظاتِ طیّبات

شیخ التفسیر
حضرت مولانا
احمد علی
رحمۃ اللہ علیہ

مرتبہ: محمد عثمان غنی

ہدیہ رعایتی ۲/۲۵ - محصول ڈاک ایک روپیہ
کل ۳/۲۵ روپے
بذریعہ منی آرڈر پیشگی آنے پر ارسال خدمت ہوگی

ملنے کا پتہ
دفتر انجمن خدام الدین، شیرانوالا دروازہ لاہور

بدل اشتراک ہفت روزہ خدام الدین لاہور

پاکستان اور انڈیا میں سالانہ چندہ ۱۱
ششماہی ۶
سہ ماہی ۳
سعودی عرب بذریعہ ہوائی جہاز سالانہ چندہ ۴۲

انگلینڈ بذریعہ ہوائی ڈاک سالانہ

لاہور میں باہتمام عبید اللہ انور پرنٹر چھپا اور دفتر خدام الدین شیرانوالہ گیٹ لاہور سے شائع ہوا